جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

ندائے شاہی

مرادآباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مرتب: محمد سلمان منصورپوری

- حجاج کو پیش آمدہ چند فقہی مسائل
  نظر و فکر
- نعمتوں کو ضائع نہ کیجئے
  درس حدیث
- صالحین کی صحبت
  اصلاح معاشرہ
- افادات سورۂ مدثر و سورۂ دہر
  افادات قرآنیہ
- سود ایک معاشی لعنت
  اقتصادیات
- مسلمانوں کے ناگفتہ بہ حالات
  لمحۂ فکریہ
- عدت کی پابندیاں
  کتاب المسائل
- ذکر رفتگاں
  گوشۂ وفیات
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ
- باتیں ان کی یاد رہیں گی
- شیخ الحدیث حضرت مولانا نسیم احمد غازی صاحب مظاہریؒ

اگست ۲۰۱۷

قیمت ۳۰/روپے

نئے صدر جمہوریہ ہند کا انتخاب

آر ایس ایس کے پرانے وفادار اور برسر اقتدار اتحاد (این ڈی اے) کے اُمیدوار ''مسٹر رام ناتھ کووند'' کو ملک کا چودھواں ''صدر جمہوریہ'' منتخب کرلیا گیا ہے، اُنہوں نے ۶۵ رفیصدی سے زیادہ ووٹ حاصل کرکے حزب مخالف کی اُمیدوار ''مسز میرا کمار'' پر جیت حاصل کی۔ ''مسٹر کووند'' ایک دلت لیڈر ہیں، اور گذشتہ ۲۷ رسال سے سیاست میں سرگرم رہے ہیں، اُنہیں بی جے پی حکومت میں ۲۰۱۵ء میں بہار کا گورنر بنایا گیا تھا، اُنہوں نے انتخاب میں کامیابی کے بعد تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: ''وہ اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کی پوری کوشش کریں گے، بالخصوص آئین اور جمہوریت کے تحفظ کا فرض نبھائیں گے''۔

مسجد اَقصیٰ میں شورش

گذشتہ کئی ہفتوں سے قبلۂ اول ''بیت المقدس'' کے اَطراف میں شدید کشیدگی پائی جارہی ہے، اپنے دو سپاہیوں کے قتل کے واقعہ کے بعد اسرائیلی قابض حکومت نے جبر وتشدد کی انتہاء کردی ہے، حتیٰ کہ گذشتہ ہفتے مسجد اقصیٰ کے صحن میں نماز پڑھنے آئے کئی فلسطینی جوانوں کو فوج نے گولی مار کر شہید کردیا، پھر کئی روز تک مسجد اقصیٰ کو بند کرکے چپہ چپہ کی تلاشی لی گئی، اَوقاف کے ریکارڈ کو تتر بتر کردیا گیا، اور جابجا سی سی ٹی وی کیمرے اور میٹل ڈیٹیکٹر لگادئے گئے، اور کئی روز کے بعد جب مسجد کو جزوی طور پر کھولا گیا تو اس میں ۵۰ رسال سے کم عمر کے فلسطینیوں کے داخلے پر پابندی لگادی گئی، جس کی وجہ سے فلسطینیوں نے مؤرخہ ۲۱ رجولائی ۲۰۱۷ء کو جمعہ کی نماز احتجاجاً مسجد اقصیٰ کے اطراف میں سڑکوں پر اَدا کی، جن پر اسرائیلی فوج نے آنسو گیس چھوڑے اور فائرنگ کی، جس سے بہت سے نمازی سخت زخمی ہوگئے۔ اسرائیل کی اس کھلی دہشت گردی پر غیر تو غیر عرب ممالک بھی خاموش ہیں، اَب تک کسی عرب رہنما کی طرف سے باضابطہ احتجاج بھی درج نہیں کیا گیا ہے، حالاں کہ ساری دنیا کے مسلمان اِن سفاکانہ واقعات پر کرب اور بے چینی میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں، اور قبلہ اول کے تحفظ کے اسباب مہیا فرمائیں، آمین۔

گئو رکشا کے نام پر تشدد کی مذمت

پارلیمنٹ کے مانسون اِجلاس میں ملک میں جابجا گئو رکشا کے نام پر غنڈہ گردی اور تشدد پر بحث کے دوران سبھی پارٹیوں نے اِس لاقانونیت کی سخت مذمت کی ہے، اور اِسے ملک کے لئے نہایت خطرناک قرار دیا ہے۔ نہ صرف حزبِ مخالف؛ بلکہ وزیر اعظم اور اُن کے وزراء نے بھی اس منفی رجحان کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے ریاستی حکومتوں کو اِن ناپسندیدہ عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ اِس وقت جو ذہنیت اُبھر کر آئی ہے وہ اُسی زہر کا اثر ہے جسے بی جے پی اپنے سیاسی فائدہ کے لئے سالوں سے پھیلاتی رہی ہے۔ اِس زہر کا اگر بروقت علاج نہ کیا گیا تو نہایت بھیانک اثرات ظاہر ہوں گے۔ ❑❑❑

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی واصلاحی رسالہ

۱۴۳۸ھ
شوال المکرم

جلد : ۲۹

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

اگست ۲۰۱۷ء

شمارہ: ۸

بانی: حضرت مولانا رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مشاورتی بورڈ

- مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ (سرپرست)
- مولانا عبدالناصر صاحب نائب مہتمم جامعہ
- مولانا مفتی عبدالجلیل خان صاحب

مجلس ادارت

- محمد سلمان منصور پوری (مرتب)
- کلیم اللہ قاسمی سیتا پوری
- محمد رضوان اُناوی

سالانہ زرتعاون: 300/روپئے ❖ سالانہ زرتعاون خصوصی: 1000/روپئے
سالانہ زرتعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 550 ❖ اعزازی (۲۰ سال کیلئے): 5000روپیہ
سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش ودیگر ممالک کیلئے 20/امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہ نامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194 فیکس: (0591)2472113 مرتب 9412635154

E-Mail ID: shahi@jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

Website: www.jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت: گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد، **طابع وناشر:** عبدالناصر، **محررین:** زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد شاہجہاں قاسمی، محمد رضوان قاسمی بجنوری،
نظماء توسیع واشاعت: محمد شہزاد قاسمی، محمد اجمل قاسمی بھاگلپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد وقاد قاسمی، محمد مختار قاسمی **کمپیوٹر کتابت:** محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)
Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distrebuted at Darut Talbd Lal Bagh, Moradabad,
Editor. **Mohammad Salman** Mansoorpuri

اِس شمارے میں

نورِ ہدایت	سورۂ بقرہ کے چند فضائل		۵
نظر وفکر	حجاج کو پیش آمدہ چند فقہی مسائل	مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی	۶
درسِ حدیث	نعمتوں کو ضائع نہ کیجئے!	مولانا اشہد رشیدی صاحب	۱۵
اِفاداتِ قرآنیہ	اِفادات: سورۂ مدثر وسورۂ دہر	حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ	۲۰
مقالات ومضامین	صالحین کی صحبت	مولانا اسرار الحق قاسمی صاحب	۲۵
	مسلمانوں کے ناگفتہ بہ حالات	مولانا مفتی محمد اظہار قاسمی	۳۱
	سود ایک معاشی لعنت	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۳۶
	دعاءِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں	مولانا سید ظہیر احمد قاسمی	۴۳
کتاب المسائل	عدت کی پابندیاں	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۴۵
ذکرِ رفتگاں/گوشۂ وفیات	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ	محمد سلمان منصور پوری	۵۲
	باتیں اُن کی یاد رہیں گی	محمد عفان منصور پوری	۵۷
	مولانا نسیم احمد غازی مظاہریؒ	محمد سلمان منصور پوری	۶۴
مرثیہ وقطعۂ تاریخ	مولانا ریاست علی صاحب بجنوریؒ	مفتی اسرار احمد دانشؔ نجیب آبادی	۶۶
جامعہ کے شب وروز	نئے تعلیمی سال کا آغاز، واردین وصادرین، وفیات		۶۷
خبر ونظر	نئے صدر جمہوریہ کا انتخاب، مسجد اقصیٰ میں شورش......		۲

نورِ ہدایت:

سورۂ بقرہ کے چند فضائل [3]

(۱۰) اور واقعہ اسراء و معراج کی تفصیلی روایات میں یہ مضمون وارد ہے کہ واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن خصوصی تحفوں سے نوازا گیا، اُن میں پنج وقتہ نمازوں اور اُمت کے گنہگاروں کی معافی کے تیقن کے ساتھ ساتھ سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا کرنے کا وعدہ بھی فرمایا گیا (جس کی تکمیل ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی) (مسلم شریف ۱/۹۷)

(۱۱) سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: ''جو آدمی سورۂ بقرہ کی ۱۰/آیتیں رات میں پڑھ لے، تو اُس رات میں شیطان اُس کے گھر میں داخل نہ ہوگا''۔ اور ۱۰/آیتوں کی تفصیل یہ ہے کہ شروع سورت کی ۴/آیتیں (الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک) پھر آیت الکرسی اور اُس کے بعد کی دو آیتیں (اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ سے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تک) اُس کے بعد سورت کی آخری تین آیتیں (لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ تک)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اِن آیتوں کے پڑھنے سے اُس کے اور اُس کے گھر والوں کے قریب شیطان نہیں جا پائے گا اور نہ اُس کو کوئی ناگوار بات پیش آئے گی، اور یہ آیتیں اگر کسی مجنون پر پڑھی جائیں تو اُس کو اِفاقہ نصیب ہوگا۔ (سنن الدارمی، ماخوذ: تفسیر ابن کثیر مکمل ۳۲-۳۳ ریاض)

اِن روایات سے سورۂ بقرہ اور بالخصوص آخری آیات کی عظیم فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اور بلاشبہ یہ پوری سورت عظیم الشان مضامین، نہایت قیمتی ہدایات، پر اثر واقعات اور پر عظمت تعلیمات پر مشتمل ہے، اِس لئے اس کی کثرت سے تلاوت اور اس کے معانی کو سمجھ کر ان پر پورے شرحِ صدر کے ساتھ عمل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ گھروں میں اہتمام کے ساتھ اس سورت کی تلاوت ہونی چاہئے، اور بچوں اور خواتین کو بھی یہ سورت زبانی یاد کر کے اس کا ورد رکھنا چاہئے، اِس سے اجر و ثواب تو ملے ہی گا، ساتھ میں جادو ٹونے اور آسیبی اثرات سے بھی حفاظت رہے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ پوری اُمت کو اِس مبارک سورت کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور ہر قسم کے شرور سے بچنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائیں، آمین۔

نظر وفکر:

نہایت قابل توجہ مضمون:

حج کے بہترین انتظامات اور
حجاج کو پیش آمدہ چند فقہی مسائل

مولانا مفتی رفیق احمد صاحب بالاکوٹی مشرف شعبۂ تخصص فی الفقہ جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

حج کے انتظامات سے متعلق سعودی حکومت کے اقدامات فی الجملہ قابل تعریف ہیں؛ لیکن بعض فقہی مسائل میں حکومت کا رویہ اُمت میں مسلسل بے اطمینانی اور تشویش کا سبب بن رہا ہے، جس پر پہلے بھی ''ندائے شاہی'' میں توجہ دلائی گئی ہے۔

اِس وقت ''نظر وفکر'' کے کالم میں اِس موضوع پر ایک اہم تحریر پیش کی جارہی ہے، جو ''جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی'' کے شعبۂ تخصص فی الفقہ کے نگراں جناب مولانا مفتی رفیق احمد صاحب بالاکوٹی زیدمجدہم کی تحریر فرمودہ ہے؛ تاہم اِس میں معذرت کے ساتھ حوالہ جات اور بعض غیر ضروری مسائل کو حذف کردیا گیا ہے۔

یہ مضمون حجاجِ کرام کے لئے نہایت ضروری رہنمائی پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، اور جہاں تک ہوسکے اِس کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ (مرتب)

مسلمان بیت اللہ شریف کا حج کرنے کے لیے ہر سال دُنیا بھر سے لاکھوں کی تعداد میں مکہ مکرمہ کے مشاعر مقدسہ میں جمع ہوتے ہیں۔ حج کا یہ اِجتماع دُنیا کا سب سے بڑا اِجتماع شمار ہوتا ہے۔ اتنی بڑی تعداد کے لیے رہن سہن، خورد ونوش، صفائی وستھرائی اور نظم ونسق کرنا اور ہر طرح ان کی سہولت اور آرام کا خیال رکھنا ایسا کارنامہ ہے، جس کی نظیر اور مثال مشکل ہے۔ یہ تمام تر اِنتظامات اور سہولیات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اُن دعاؤں کا ثمرہ اور مظہر ہیں جو انہوں نے بیت اللہ کی آبادِی اور یہاں کے زائرین کے لیے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھیں، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور بیت حرام کی زندہ وتابندہ برکت و کرامت ماننے کے علاوہ کوئی اور توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جتنے حجاج کرام حرمین شریفین میں جمع ہوتے ہیں، اُن کا مکمل ڈیٹا محفوظ رکھنا، اُن کی رہائش کے اِنتظامات، ٹرانسپورٹ کی سہولیات اور تمام مراحل میں ایک نظم میں سب کو چلانا اور سنبھالنا یہ سعودی حکومت کا ایسا کارنامہ ہے جس پر پوری اُمت مسلمہ کو سعودِی حکومت کا شکرگزار ہونا چاہیے اور ان کی خدمات کا برملا اِعتراف کرنا چاہیے۔ ہمارے مشاہدہ کے مطابق اسباب کی دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی مرتب اور منظّم اِجتماع نہیں ہوسکتا۔ اور اِنتظامی لحاظ سے جتنی بہتری ہوسکتی ہے، سعودیہ کی وزارتِ مذہبی اُمور اپنی حد تک اس میں کمی نہیں کرتی، اِس کا بہرحال اعتراف کرنا چاہیے۔

البتہ حج کے دوران کچھ شرعی مسائل قابلِ توجہ ہیں جو سعودی حکومت کے تعاون کے محتاج ہیں، اس لیے کہ یہ ایسے مسائل ہیں جن میں سے بعض سے حج فاسد ہونے یا دم واجب ہونے کے سوالات بھی پیدا ہورہے ہیں۔ ہمارا حسنِ ظن ہے کہ حنفی حجاج کی ان مشکلات سے شاید سعودی حکومت آگاہ نہیں ہے، ورنہ دِیگر بہترین اِنتظامات کے ساتھ ساتھ ان فقہی مشکلات کا مناسب حل بھی تجویز ہو چکا ہوتا۔

ہماری سعودی حکومت سے گذارش ہے کہ ان مسائل کو حل کرائے؛ تاکہ فریضہ حج تمام مسالک کی رِعایت کے ساتھ اَدا ہو اور کسی کو فقہی اشکال یا مخصوص فکر و عمل کی تسلیط کی بدگمانی بھی نہ ہو، اس لیے کہ اس وقت باہمی اِتحاد، مؤاسات اور مواخات کی اشد ضرورت ہے، بہرحال چند مسائل کی نشان دہی کی جاتی ہے:

قبل اَز وقت اَذانِ جمعہ

(۱) حرمین شریفین میں گزشتہ کچھ عرصہ سے جمعہ کی پہلی اذان زوال سے پہلے دے دِی جاتی ہے، اوراس کے بعد لوگ کھڑے ہوکر سنتیں اورنوافل پڑھنا شروع کردیتے ہیں، جب کہ مذاہب اربعہ کے ائمہ مجتہدین کا اس پر اِتفاق ہے اوراب تک معمول بھی یہی چلا آرہا ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور ظہر کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ زوال سے پہلے جمعہ کی نماز جائز نہیں۔ (بخاری شریف/کتاب الجمعۃ ۱/۱۲۳ کراچی، الدر المختار مع الشامی، کتاب الصلاۃ ۱/۳۶۷ کراچی، البحر الرائق، بحث اوقات الصلاۃ ۱/۲۴۵ کراچی، الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الاشافعی، باب الغسل للجمعۃ والخطبۃ ۲/۴۲۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت، مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، فصل فی شرائط الجمعۃ ۲/۵۱۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت، حاشیۃ الدسوقی، کتاب الصلاۃ، فصل فی الجمعۃ ۱/۳۴۳ مصر)

جب جمعہ کی نماز زوال سے پہلے نہیں ہوسکتی تو اس جمعہ کی نماز کے لیے زوال سے پہلے دی جانے والی اذان بھی قبل از وقت ہی شمار ہوگی۔ جیسے مغرب کے وقت سے پہلے مغرب کی اذان کہی جائے تو اس اذان کا مغرب کی نماز کے ساتھ تعلق نہیں، اسی طرح زوال سے پہلے دی جانے والی اذان کا جمعہ کی نماز کے ساتھ تعلق نہیں۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ ۱/۱۵۴ کراچی، شامی، کتاب الصلاۃ، باب الاذان ۱/۳۸۵ کراچی)

ممکن ہے سعودی حکومت نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس قول کی پیروی میں یہ فیصلہ کیا ہو کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے یہاں زوال سے قبل بھی جمعہ کی ادائیگی ہوسکتی ہے، یا یہ کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہوتا اور سعودی حکومت چوں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مسلک کی حامل ہے، اس لیے انہوں نے یہ فیصلہ کر رکھا ہو، مگر اس فیصلہ اور عمل میں اُصولی اور فقہی اعتبار سے کئی اشکالات ہیں:

الف:- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذکورہ قول محض جوازی ہے، مفتیٰ بہ اور معمول بہ نہیں، بل کہ متروک اور عمل متوارث کے خلاف ہے۔ اب تک حرمین اور دیگر بلادِ اسلامیہ کا عمل اس پر شاہد عدل ہے۔ حنابلہ کی بنیادی کتاب "**المغنی لابن قدامة**" اور "**کشاف القناع لمنصور البهوتي**" میں جمعہ کی نماز کا صحیح وقت زوال کے بعد ہی منقول ہے اور اس کو صحیح دلائل سے مدلل ہونے کے علاوہ اختلاف سے دوری کا ذریعہ بھی بتایا ہے۔ (کشف القناع عن متن الاقناع، باب صلاۃ الجمعۃ، فصل: یشترط لصحۃ الجمعۃ ۲/۲۶ بیروت، المغنی والشرح الکبیر لابن قدامہ، کتاب صلاۃ الجمعۃ، مسألۃ: واذا زالت الشمس یوم الجمعۃ ....۲/۱۴۴ دار الفکر بیروت)

لہٰذا جب حنابلہ کے یہاں راجح، معمول بہ اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے تو اس نمازِ جمعہ کے لیے دی جانے والی اذان بھی زوال کے بعد ہی مشروع کہلائے گی۔ اس لیے زوال سے پہلے دی جانے والی اذان گویا حنابلہ کے مرجوح اور غیر معمول بہ قول کے مطابق دی جارہی ہے، جب کہ فقہائے کرام اور اہل فتویٰ کے نزدیک ایسا قول قابل عمل یا لائق افتاء نہیں ہوا کرتا۔ (صفۃ الفتویٰ والمفتی والمستفتی، فصل لیس لمن انتسب الی مذہب امام ....الخ ص: ۳۹-۴۰ منشورات المکتب الاسلامی دمشق)

ب:- پہلی اذان کے بعد لوگ مکروہ وقت کا دھیان رکھے بغیر جمعہ کی سنتیں اور نوافل وغیرہ پڑھنا شروع کردیتے ہیں، جو کہ مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت والی صریح، صحیح اور مطلق احادیث کے سراسر خلاف ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الجنائز ۱/۲۰۰ کراچی، سنن أبی داود، کتاب الجنائز، باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبھا ۲/۱۰۱ لاہور، سنن ابن ماجۃ، ابواب ماجاء فی الجنائز، ماجاء فی الاوقات التی لایصلی فیھا علی المیت ولا یدفن ۱۰۹ کراچی)

ج:- اس عمل کے مطابق نمازِ جمعہ سے پہلے کی سنتیں یا تو وقت داخل ہونے سے پہلے ہی پڑھ لی جاتی ہیں، یا سرے سے پڑھی ہی نہیں جاتیں؛ کیوں کہ زوال ہوتے ہی بلا تاخیر خطبہ جمعہ کے لیے امام حرم تشریف لے آتے ہیں۔ امام صاحب کے آنے کے بعد "**إذا ظهر الإمام فلا صلاة و لا كلام**" کی رو سے نماز یا کسی قسم کی عبادت ممنوع ہے۔ (حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ۲/۱۳۴، الھدایۃ مع الدرایۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ۱۸۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، فصل فی صلاۃ الجمعۃ ۵۶۰ سہیل اکیڈمی لاہور)

اَب جن حجاجِ کرام کے مسلک کے مطابق جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں، وہ مجبوراً یہ سنتیں چھوڑتے ہیں، بایں طور یہ طرزِ عمل ایک اعتبار سے مستقل طور پر ترکِ سنت کے لیے مجبور کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے۔

د:- اگر مذکورہ طرزِ عمل کو حنابلہ کے فتویٰ کے مطابق دُرست طرزِ عمل قرار دیا جائے اور اُسے

متروک اور مرجوح نہ کہا جائے تو بھی دیگر فقہی مذاہب کی رعایت کے پیشِ نظر یہ طرزِ عمل دُرست نہیں، کیوں کہ احناف کے علاوہ مالکیہ اور شافعیہ کے مسلک کی رو سے بھی جمعہ کی اذان زوال سے پہلے دینا یا جمعہ کی پہلے والی سنتوں کو مستقل طور پر ترک کرنا جائز نہیں۔

اس لیے اُمتِ مسلمہ کی اکثریت کی رعایت کرنا دِینی واِنتظامی لحاظ سے سعودی حکومت کا فرض بنتا ہے۔ اور اب تک جو معمول چلا آرہا تھا، اسی پر عمل پیرا رہنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس میں سب کی رعایت ہے، ورنہ ممکن ہے کہ انتہاء پسند لوگ اس طرزِ عمل کو مخصوص فقہ کے شعوری تسلط کے کھاتے میں ڈال کر کوئی فتنہ وفساد کھڑا کردیں، اُمت مسلمہ جس کی قطعاً متحمل نہیں اور موجودہ نازک حالات میں دانش مندی کے سراسر خلاف ہے۔

اگر حرمین شریفین اور مشاعرِ اسلامیہ کے مؤقر منتظمین اس دینی مشکل کا احساس فرمالیں اور اس کا حل چاہیں تو صرف پانچ منٹ کی قربانی سے یہ اشکال رفع ہوسکتا ہے، وہ یوں کہ: جمعہ کی پہلی اذان زوال ہوتے ہی فوراً دے دی جائے، اس کے بعد پانچ منٹ سنتوں کی ادائیگی کے لیے وقفہ کرلیا جائے۔ اس کے بعد امام وخطیب منبر نشین ہوجائیں اور جمعہ کے بقیہ اعمال اس کے بعد شروع کردیئے جائیں تو اس میں حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ سب مسالک کی رعایت ہوگی، اور جمعہ کی سنتیں ادا کرنے کا موقع مل جائے گا، اوران سنتوں کو مستقل طور پر ترک کرنے کا مفسدہ بھی لازم نہیں آئے گا، بل کہ اس طرزِ عمل سے خود حنابلہ کے اصل مذہب کی رعایت بھی ہوجائے گی۔

مسجد حرام میں اِمام کا مطاف کے پیچھے کھڑا ہونا

(۲) اِمام حرمِ مکی پہلے بیت اللہ کے ارکان میں سے کسی رکن کے پاس دیوارِ کعبہ کے قریب کھڑے ہوتے تھے اور اس جہت سے مقتدی حضرات لازماً امام سے پیچھے ہی رہتے تھے۔ امام سے آگے ہونے کی نوبت نہیں آتی تھی، لیکن اب کچھ عرصہ حج کے موقع پر اور تراویح میں سے ائمہ حرم نمازوں میں مطاف کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں اور مقتدیوں کو امام کی جگہ کا اندازہ نہیں ہوتا، وہ مطاف میں امام کے آگے صفیں باندھ لیتے ہیں، اس صورتِ حال میں جو حنفی نمازی امام سے آگے مطاف میں کھڑے ہوں گے، ان کی نماز فقہ حنفی کی رو سے فاسد ہوگی۔ (شامی، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ ۲/۲۵۴-۲۵۵ کراچی، البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ ۲/۲۰۰ کراچی، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی المعروف بحلبی کبیر، فصل فی مسائل شتی ۶۱۶ سہیل اکیڈمی لاہور)

یہ مفسدہ بھی معمولی توجہ اور مختصر اِنتظام سے دور ہوسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ یا تو امام حرم حسب

سابق دیوارِ کعبہ کے قریب جا کر کھڑے ہوں، جیسا کہ پہلے ہوتا رہا ہے۔ اس طریق میں سب کی رعایت رہے گی، یا کم از کم امام کے سامنے والے مطاف کے حصہ کو کچھ دیر کے لیے اس طرح پیک کرلیا جائے، جیسے صفائی اور دھلائی کے لیے پیک کرلیا جاتا ہے تو یہ مشکل آسان ہوسکتی ہے، اور کسی کی نماز فاسد ہونے کا اشکال بھی نہیں رہے گا۔

دروس میں اختلافی مسائل کا بیان

(۳) حرمین شریفین میں دروس اور دیگر خدمات پر مامور ہمارے ہندی، پاکستانی یا بنگلہ دیشی بھائیوں کا لب ولہجہ اور حجاجِ کرام کے ساتھ ان کا برتاؤ اور اِختلافی مسائل پر زور دینے کا طرزِ عمل بھی قابلِ غور ہے۔ گوکہ سعودی حکومت نے اِختلافی مسائل کے بیان پر قانونی طور پر کنٹرول کی کافی کوشش کررکھی ہے، مگر کئی مواقع پر دیکھا گیا ہے کہ ہمارے قومی بھائی یہاں کی ناراضگی اور ناگواری کا اِظہار وہاں حاجیوں پر کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں، اس لیے سعودی حکومت کو ایسے لوگوں پر کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے، یہ لوگ سعودی حکومت کے لیے نفرت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ اس موضوع پر فی الحال اسی اجمال پر اکتفاء ہے، اللہ کرے تفصیلات میں جانے کی نوبت نہ آئے۔

(۴) حجاج کرام کے کیمپوں اور ہوٹلوں میں بعض ہندی یا پاکستانی نژاد لوگ حج تربیت کے نام پر حجاج کے درمیان اِختلافی مسائل کو ہوا دیتے ہیں۔ حج سے متعلق مسائل کی تعلیم وتربیت چھوڑ کر اِختلافی مسائل چھیڑ کر سادہ لوح مسلمانوں کو پریشان کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ اُصولاً تو انہیں حج کے مسائل سے بحث کی ضرورت ہی نہیں، اس لیے کہ ہر ملک کے حجاج اپنے ملک سے حج کی تربیت لے کر اپنے اپنے مسالک کے مطابق حج کے مسائل یاد کرکے آتے ہیں، اور بعض کے ساتھ تو باقاعدہ سرکاری طور پر ٹرینرز مقرر ہوتے ہیں۔ پھر بھی ان لوگوں کا کیمپوں میں جاکر تربیت حج کے نام سے تشویش پھیلانا، حاجیوں کا اپنے مسلک کے مطابق یاد کیا ہوا طریقۂ حج خلط ملط کرنا یقیناً حجاج یا سعودی حکومت کی ضرورت نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ نوآموز مربی حضرات واقعتاً سعودی حکومت کی طرف سے نامزد ومقرر ہوئے ہیں تو پھر سعودی حکومت کو ان لوگوں کے طرزِ عمل اور ان کے تربیتی مواد کا خوب جائزہ لینا چاہیے، بل کہ سعودی حکومت کو چاہیے کہ وہ اس طرح کے نفرت پھیلانے اور اِختلافات کو ہوا دینے والے ناپختہ کار لڑکوں کی بجائے ہر ملک کے حجاج کے لیے ان کے ہم مسلک علمائے کرام کو مقرر کرے۔ بالخصوص پاکستان، ہندوستان، ترکی، بنگلہ دیش اور افغانستان

کے لیے خالص حنفی ٹریزز کا اِنتظام کرے، جو صحیح معنوں میں معلم ہوں۔ اِس سے اُمتِ مسلمہ کے دلوں میں سعودی حکومت سے متعلق احترام کے جذبات میں مزید اضافہ ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

منیٰ سے عرفات لے جانے میں جلد بازی

(۵) یومِ ترویہ (آٹھویں ذوالحجہ) کی ظہر سے لے کر یومِ عرفہ (نویں ذوالحجہ) کی فجر تک منیٰ میں وقت گزارنا یعنی پانچ نمازیں یہاں پڑھنا سنت ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل: واما بیان سنن الحج وبیان ترتیبہ ۱۵۱/۲ کراچی، البحر الرائق، کتاب الحج، باب الاحرام ۳۳۵/۲ کراچی)

اور یہ ایسے ہی سنت ہے جس طرح رفع یدین، آمین بالجہر یا فاتحہ خلف الامام ہمارے میزبانوں کے یہاں سنت ہے، مگر سرکاریِ اِنتظام میں اس سنت کا مستقل طور پر ترک کرنا معمول بنتا جارہا ہے۔ حجاج کرام کورات مغرب یا عشاء کے بعد سے ہی منیٰ سے عرفات منتقل کرنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے، اس سے حج کے خلافِ سنت شروع ہونے کی خرابی لازم آتی ہے، جس سے واضح طور پر یہ تأثر ملتا ہے کہ سنتوں کے چھوڑ دینے اور چھوٹ جانے کا ایک ہی حکم ہے۔ حالاں کہ علماء کرام جانتے ہیں کہ سنت کے چھوٹ جانے میں تو سنت کا درجہ واجب اور فرض کے بعد ہے، مگر سرے سے سنت کی اہمیت کو نظر انداز کرنا استخفاف تک پہنچا دیتا ہے، اور استخفافِ سنت کا حکم علماء کرام سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ (شامی، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب سنن الصلاۃ ۴۷۳/۱-۴۷۴ کراچی) اس مشکل کا مناسب حل درکار ہے۔

واجب وقوفِ مزدلفہ کا قصداً ترک کرنا

(۶) عرفات سے مزدلفہ روانگی کے کھلے وقت سے استفادہ کرتے ہوئے رات کا کچھ حصہ مبیت مزدلفہ کے لیے ہر کسی کو میسر آسکتا ہے، اور طلوعِ فجر کے بعد وقوفِ مزدلفہ واجب ہے۔ مگر یہاں بھی دیکھا گیا ہے کہ رات کو بارہ بجے معلمین کے مرشدین (رہنمائی کرنے والے) لاؤڈ اسپیکر لے کر حجاج کے پاس پہنچ گئے اور حجاج کو منیٰ پہنچانے کے لیے اِصرار کرتے رہے۔ حجاج کی طرف سے احتجاج یا فہمائش کے بعد کہیں جا کر اُنہیں فجر تک اِصرار نہ کرنے کے لیے آمادہ کیا جاسکا، حالاں کہ مزدلفہ آنے کے بعد اگر کوئی حاجی فجر کے بعد لمحہ بھر کا وقوف نہ کرسکا تو اس پر دم واجب ہوگا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج ۲۳۰/۱-۲۳۱ کوئٹہ)

مگر نہ جانے معلمین و منتظمین کو یہ مسئلہ معلوم نہیں یا وہ سنن وواجبات کے بغیر حج کو کافی سمجھتے ہیں، اور سب کو عملاً اس کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ یہ اِنتہائی قابلِ توجہ معاملہ ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ سلسلہ یوں ہی قائم رہا تو ممکن ہے کہ آگے جاکر حج کی ساری سنتوں اور واجبات سے آزاد ہوکر حج کے ارکان واعمال: وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت تک محدود ہوکر رہ جائیں گے، کیوں کہ حج کے واجبات اور سنتیں چھوڑنے کی گنجائش اور ضرورت کا بے جا تقاضا بڑھتا ہی رہے گا، ولا سمح اللّٰہ۔ بہرکیف یہاں معلمین و منتظمین کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی کے بجائے غالب گمان یہی ہے کہ انہیں ان احکام کی پوری تفصیل معلوم نہیں، اس لیے وہ جلد از جلد اپنی ذمے داری سے فارغ ہونا چاہتے ہیں، ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔

رمی میں جلد بازی

(۷) گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو رمی جمرات کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس سے قبل اگر کوئی رمی کرے تو اس کی رمی نہیں ہوگی، اور بعد میں دوبارہ رمی نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہوگا۔ (البحر الرائق، کتاب الحج ۲/۳۴۸ کراچی، بدائع الصنائع، کتاب الحج فصل: واما وقت الرمی من الیوم الاول ۲/۱۳۷ کراچی)

مگر گزشتہ سال بعض حجاج کے لیے رمی کے اوقات زوال سے پہلے دس بجے، گیارہ، ساڑھے گیارہ بجے مقرر کیے گئے تھے۔ اب اگر کسی نے اسی شیڈول کے مطابق رمی کرلی تو فقہ حنفی کی رو سے رمی نہیں ہوگی۔ رمی نہیں کی تو دم واجب ہوگا، دم نہیں دیا تو حج خراب ہوگا۔ اتنے اہم معاملہ کو اتنا ہلکا لینا قابلِ غور ہے۔ اُمید ہے یہ عارضی نظم ہوگا، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ مگر جن حجاج نے اس شیڈول کے مطابق رمی کی ہے، ان کی طرف سے دم سعودی حکومت کے معلمین کو ادا کرنا چاہیے۔

قصر واِتمام کے مسئلہ میں تشدد اور بے احتیاطی

(۸) منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں نمازوں کی قصر اور اتمام کا مسئلہ تو میزبانوں اور بعض ہمارے کرم فرماؤں کی کرم فرمائی کے نتیجہ میں تقریباً ہر خیمہ میں اِختلاف کے بجائے خلاف وشقاق بل کہ نزاع کا باعث بن چکا ہے، اور اکثر اوقات دعا، ذکر، تلبیہ اور عبادت کے بجائے ایک دوسرے کی تغلیط اور فہمائش میں گزر جاتے ہیں۔ فقہ حنفی کی رو سے منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں نمازوں کی قصر کا تعلق سفر کے ساتھ ہے، ''نسک'' کے ساتھ نہیں ہے، جو حاجی ۱۵؍دن یا اس سے زائد مکہ مکرمہ میں مقیم بن گیا، اس کے لیے فقہ حنفی

کے مطابق مکہ اور دیگر مشاعر میں پوری نماز پڑھنا ہی لازم ہے۔اس کے حق میں قصر کرنا ایسا ہی ہے، جیسے وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے چار کے بجائے دو رکعت پڑھے۔ (شامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/۱۲۵-۱۲۶ کراچی، البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب المسافر ۲/۱۳۲ کراچی)

مگر ہمارے یہاں سے سعودیہ گئے ہوئے بعض نوآموز ٹریزیا ہمارے بعض لوگ بڑے اِصرار کے ساتھ بلا تفریق بدون تفصیل سب حاجیوں کو منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں قصر پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سعودی لباس میں جو لوگ یہ کوشش کرتے ہیں وہ احترامِ مسالک کی حدود کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں، انہیں اس سے باز رہنا چاہیے۔اور ہمارے جو لوگ اس طرح کی کوشش کرتے ہیں، منیٰ اور عرفات میں اپنے خیموں میں قصر اور جمع کرتے ہیں اور اپنے ذاتی اذواق دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں ان مقدس مقامات میں جا کر یہ انتشار پھیلانے کے بجائے حج پر جانے سے پہلے یہاں ان مسائل کا تصفیہ اور حل کے لیے سنجیدہ علمی کوشش کرنی چاہیے،تا کہ عام حجاج کرام ہمارے نزاعات کی وجہ سے پریشان نہ ہوں، اور اگر یہاں اتفاق نہیں ہو پاتا تو اکثریتی فقہی رائے، پرانے فتویٰ اور معمول بہ طریقۂ کار کے مطابق لوگوں کو حج کرنے دیا جائے۔آپ اپنے علمی تفرد کو، انفرادی عمل کے لیے استعمال فرماتے رہیں، اپنی رائے اور عمل دوسروں پر مسلط نہ فرمائیں۔بہرحال منیٰ وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قصر فرمانا قصر نسک تھا، یا قصر سفر؟ یہ بحث امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اپنے اپنے ادوار میں کر چکے ہیں، اب حجاج کو اپنے اپنے مسالک کے مطابق عمل کی گنجائش اور اجازت حسب سابق میسر رہنی چاہیے۔اس میں سعودی لباس میں ملبوس ہندی بھائی رکاوٹ نہ بنیں، نہ ہمارے بعض لوگ ان کے تملق میں حجاج کو پریشان کریں۔

البتہ اس پریشانی کا ایک مناسب حل یہ ہے کہ سعودی حکومت موسم حج میں عرفات کی طرح منیٰ اور مزدلفہ کی مساجد میں بھی اپنی طرف سے مسافر امام ہی کا انتخاب کرے، جو لوگ یہاں کی مساجد میں ان مسافر ائمہ کے پیچھے نماز با جماعت پڑھیں گے، ان کے امام کے حق میں قصر نسک وقصر سفر دونوں جمع ہو جائیں گی، ان کی اقتداء میں چار رکعت پڑھنے والا مقیم حنفی مقتدی لاحق بن کر اپنی نماز پوری پڑھ لے گا۔ (شامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/۱۲۹ کراچی، بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی صلاۃ المسافر ۱/۹۳ کراچی) تو کسی قسم کا اشکال یا اِنتشار نہیں ہوگا۔اور جو حجاج اپنے خیموں میں انفرادی یا با جماعت نماز پڑھنا چاہیں تو وہ اپنے اپنے مسالک کے مطابق اپنے ماہرین فقہ علمائے کرام کی ہدایات کے مطابق عمل کریں، اور عام واعظین

اور قصاص کی تقلید نہ کریں۔ باقی اگر مقیم امام چار رکعت والی نماز قصر نسک کے طور پر دو رکعت پڑھے اور اس کی اقتداء میں حنفی مقتدی نے بھی دو رکعت پڑھ لی یا چار رکعت پڑھ لیں تو حنفی مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔ یہ مسئلہ قرن ثانی سے چلا آرہا ہے، اور ان مشاعر مقدسہ میں جس مسلک کا امام رہا ہے، وہ دوسروں کی رعایت کرتا چلا آیا ہے، لہٰذا اب بھی اس رعایت کی ضرورت ہے۔

مسجد نمرہ وغیرہ میں مقیم اِمام کا قصر نماز پڑھانا

(۹) گزشتہ مرتبہ سنا گیا ہے کہ مسجد نمرہ میں خطبہ حج مقیم امام نے دیا اور قصر نسک کے طور پر ظہر وعصر کی دو دو رکعت پڑھائی ہیں، یہ بات اگر واقعہ کے مطابق ہو تو اس میں ایک تو اس معاہدہ کی خلاف ورزی ہے جس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ خطبہ حج اور عرفات میں نمازوں کا امام ریاض وغیرہ دور کے شہروں سے لانے کا اہتمام کیا جائے گا۔ اور دُوسرا حنفی حجاج جو تمام مسالک کی بہ نسبت تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں، ان کی رِعایت نہیں فرمائی گئی۔ جن حجاج نے امسال مقیم امام کے پیچھے عرفہ میں ظہر وعصر کی اِقتداء لاحق مقتدی کی حیثیت سے کی تھی، انہیں دونوں نمازوں کا اِعادہ بھی کرنا ہوگا۔ (شامی، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ ہل یکرہ ام لا ۱/۵۶۳ کراچی، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی المعروف بحلبی کبیر، فصل الامامۃ ۵۱۶ سہیل اکیڈمی لاہور، شامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/۱۲۹-۱۳۰ کراچی، البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/۱۳۵ کراچی)
وہ اپنے کسی قریبی دارالافتاء سے ضرور رُجوع فرمائیں۔

بہرکیف! یہ چند ایسے مسائل ہیں جو فریضہ حج کی ادائیگی کے حوالہ سے اِنتہائی قابلِ توجہ ہیں، بالخصوص حنفی حجاج کے لیے کافی مشکلات کا ذریعہ ہیں؛ لیکن ان کا حل اِنفرادی کوشش کے بجائے حکومتی سطح پر ہی ممکن ہے۔ اس وقت حج کے حوالہ سے سعودی حکومت کی توجہات سے اُمید ہے کہ وہ کوششوں سے ان مشکلات کو حل فرمائیں گے، بالخصوص موجودہ وزارتِ مذہبی اُمور سے بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ان مسائل کو حکومتی سطح پر اُٹھا کر اگلے حج سے قبل سعودی حکومت کے ساتھ معاملات طے کرلیں گے۔ ہمیں یہ خدشہ ہے کہ اگر ان مسائل کا حل نہ ڈھونڈا گیا تو ممکن ہے کہ آئندہ یہ قابلِ توجہ اُمور کسی کی توجہ حاصل نہ کرسکیں اور ہمارا حج واجبات وسنن سے خالی ہوکر محض عرفہ اور طوافِ زیارت تک محدود ہوکر رہ جائے گا اور آگے چل کر اُمت مسلمہ کا یہ طرزِ عمل ترکِ سنن پر اجماع کہلائے گا، ولا سمح اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

❍❖❍

درسِ حدیث:

نعمتوں کو ضائع نہ کیجئے!

حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ. (رواه البخاري، مشكاة المصابيح ٤٣٩)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان میں بہت سے لوگ نقصان اور ٹوٹے میں رہ جاتے ہیں: (۱) صحت وتندرستی (۲) فرصت وفراغت۔

تشریح: نبی کریم علیہ السلام اپنی امت کو عقل وشعور، فہم وفراست اور حکمت ودانائی کی باتیں بتا کر کامیابی وکامرانی کی راہ دکھایا کرتے تھے اور پھر اس پر چلنے کے فوائد بیان فرما کر بندگان خدا کو ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ مذکورہ بالا روایت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں نبی کریم علیہ السلام اُمت کو دو طرح کی نعمتوں کی قدر ومنزلت سمجھا کر ان سے فیضیاب ہونے کی تلقین کر رہے ہیں اور ناقدری سے بچانا چاہتے ہیں۔ ذیل میں تفصیل درج کی جاتی ہے:

(۱) تندرستی بھی نعمت ہے

اللہ رب العزت کی انگنت نعمتوں میں سے صحت وتندرستی بھی ایک عظیم نعمت ہے، جس کی قدر وقیمت کو سمجھنے کے لئے کسی ہوسپٹل کا رخ کیجئے اور دیکھئے کہ ہماری ہی طرح کے انسان مختلف بیماریوں کا شکار ہوکر کیسے بستروں پر پڑے ہوئے ہیں، یہ بھی ہماری طرح چلتے پھرتے، کھاتے پیتے اور ہنستے بولتے تھے مگر جب بیماریوں نے انہیں جکڑ لیا تو ہر چیز ختم ہوگئی اور زندگی ایک بوجھ بن گئی، بیماری کا آنا اور صحت کا منہ موڑ لینا انسان کے اختیار کی چیز نہیں ہے؛ بلکہ یہ اللہ رب العزت کے قبضہ وقدرت میں ہے، صحت وتندرستی کا مالک بھی وہی ہے اور بیماری آزاری بھی اسی کے حکم سے آتی ہے، تندرستی کب تک رہے گی اور بیماریاں کب جسم کو کھوکھلا کرنا شروع کردیں گی اس کا علم بھی اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ وہ لوگ جو اپنی صحت کا بہت خیال رکھتے ہیں، کھانے پینے میں بڑی احتیاط برتتے ہیں، اچانک بیماری کا شکار ہوکر بستر سے جا لگتے ہیں، گویا تندرستی عطائے خداوندی ہے، جس کو بقا اور دوام نہیں ہے؛ اس لئے اس کو غنیمت جان کر ناقدری اور بے راہ روی سے بچنا چاہئے۔

تندرستی کی قدر دانی

مذکورہ بالا روایت میں نبی کریم علیہ السلام امت کو متنبہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ بہت سے لوگ صحت منداور تندرست ہونے کے زمانے میں لاپرواہی سے کام لیتے ہوئے خدا کی اس عظیم نعمت کو ضائع کر بیٹھتے ہیں اور پھر بعد میں آنسو بہاتے ہیں جو بے سود ہوتا ہے؛ اس لئے کسی طرح کے دھوکہ میں آنے کے بجائے صحت وتندرستی کے زمانے میں ہر انسان کو دو باتوں کا خیال رکھنا چاہئے، جس نے ان پر توجہ دی وہ اس عطائے خداوندی کی قدر دانی کرنے میں کامیاب ہوگیا:

(الف) **اَلْاِجْتِهَادُ فِيْ الْأَعْمَالِ**:- یعنی انسان تندرستی کے زمانہ میں نیکیوں کو انجام دینے، ذکرواذکار کا اہتمام کرنے اور نوافل ومستحبات کو ادا کرنے میں پوری طرح چاق وچوبند ہو، تلاوت، نفلی عبادات وغیرہ کا یومیہ معمول بناکر روزانہ پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے اور ذہن ودماغ میں اس بات کو بٹھالے کہ صحت وتندرستی کب روٹھ جائے کچھ پتہ نہیں؛ اس لئے ان ایام کو غنیمت جان کر رب ذوالجلال کی زیادہ سے زیادہ عبادت کروں تاکہ مستقبل میں مجھے اس کا فائدہ مل سکے۔ چنانچہ نبی کریم علیہ السلام ایک دوسری روایت میں صحت وتندرستی کے زمانہ میں نیکیوں اور عبادات کو انجام دینے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: ایسا شخص جب بیماریوں میں گھر کر کمزور ہوجاتا ہے اور معمولات کو پورا کرنا اس کے لئے ناممکن ہوجاتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کے نامۂ اعمال میں ان عبادات اور نیکیوں کے اجر وثواب کو برابر درج کرتے رہو جن کو وہ صحت وتندرستی کے زمانہ میں انجام دیا کرتا تھا۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلٰی طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ	حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان منقول ہے: جب کوئی بندہ عبادت کے کسی اچھے طریقہ اور معمول کی پابندی کرتا

مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكِّلِ بِهٖ اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ إِذَا كَانَ طَلِيْقًا حَتّٰى اُطْلِقَهٗ أَوْ أَكْفِتَهٗ إِلَيَّ. (شرح السنة، مشكاة ١٣٢)

ہے اور پھر بیمار پڑ جاتا ہے تو اس کے ہمراہ رہنے والے فرشتے سے (اللہ کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ اس کی نیکیوں کو اسی طرح لکھو جس طرح صحت کے زمانہ میں لکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ میں اس کو دوبارہ تندرستی عطا کردوں یا اپنے پاس بلالوں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اظہار غم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دین کو نبی کریم علیہ السلام سے براہ راست سیکھا، سمجھا اور پھر زندگی کے ہر شعبے میں امت کے لئے عملی نمونہ پیش کردیا جو ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ **فجزاهم الله تعالىٰ أحسن الجزاء.**

چنانچہ حضرت شقیق علیہ الرحمہ بیماری سے متعلق حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے ہم لوگ ان کی مزاج پرسی اور عیادت کو گئے، وہ لوگوں سے مل کر رونے لگے، ان کے رونے کو مزاج پرسی کے لئے آنے والوں نے ناپسند کیا اور یہ سمجھا کہ یہ بیماری سے بے تاب ہوکر رو رہے ہیں اور اس پر ملنے والے اجر وثواب پر موصوف کی نظر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ان خیالات کو بھانپ لیا اور فرمایا کہ میں بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں؛ کیوں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بیماریاں تو کفارہ ہوتی ہیں یعنی گناہوں کے مٹنے کا ذریعہ بنتی ہیں، مجھے تو رونا اس بات پر آرہا ہے کہ مجھ کو بیماری نے بڑھاپے کے زمانہ میں اپنا شکار بنایا ہے، جب کہ ضعف ونقاہت کی وجہ سے بہت سے اعمال پہلے ہی چھوٹ گئے تھے، کاش کہ یہ بیماری اس زمانہ میں لگتی، جب میں عبادات اور معمولات کو پورے طور پر زیادہ سے زیادہ انجام دیا کرتا تھا؛ کیوں کہ بندہ کے نامہ اعمال میں بیماری کے زمانہ میں بھی ان نیکیوں کا اجر وثواب لکھا جاتا رہتا ہے، جن کو وہ بیماری سے پہلے انجام دیا کرتا تھا۔ حضرت شقیقؒ کی روایت پیش ہے:

عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ: مَرِضَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ فَعُدْنَاهُ فَجَعَلَ يَبْكِيْ

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے ہم لوگ

فَعُوتِبَ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَبْكِي لِأَجْلِ الْمَرَضِ لِإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْمَرَضُ كَفَّارَةٌ، وَإِنَّمَا أَبْكِي أَنَّهُ أَصَابَنِي عَلىٰ حَالِ فَتْرَةٍ وَلَمْ يُصِبْنِي فِي حَالِ اجْتِهَادٍ؛ لِأَنَّهُ يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنَ الْأَجْرِ إِذَا مَرِضَ مَا كَانَ يُكْتَبُ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَّمْرَضَ فَمَنَعَهُ مِنْهُ الْمَرَضُ. (رواه رزين، مشكاة المصابيح: ۱۳۸)

ان کی مزاج پرسی کو گئے، آپ رونے لگے جس کو برا سمجھا گیا، آپ نے فرمایا کہ میں بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں؛ کیوں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ بیماری کفارہ ہے، میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ بیماری مجھ کو بڑھاپے کے زمانہ میں لگی ہے، طاقت وقوت کے زمانہ میں نہیں لگی ہے: کیوں کہ (صحت وقوت کے زمانہ میں جب بیماری لگتی ہے تو) بندے کے لئے اجر وثواب ایسے ہی لکھا جاتا ہے جیسے بیماری سے قبل لکھا جاتا تھا، اگر چہ وہ بیماری کی وجہ سے اعمال کوانجام نہ دے سکے۔

(ب) اَلإِجْتِنَابُ عَنِ الْمَعَاصِيْ:- یعنی انسان تندرستی اور طاقت وقوت کے زمانے میں گناہوں کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بچائے، خدا کی نافرمانی سے دور رہے، آنکھ، کان، زبان اور ہاتھوں پیروں کے گناہوں سے باز رہنے کی بھرپور کوشش کرے؛ کیوں کہ طاقت وقوت کے زمانہ میں جب کہ خون میں گرمی ہوتی ہے اور جوش وخروش زیادہ ہوتا ہے، اس وقت انسان کا معاصی اور گناہوں سے بچنا خدا کو نہایت پسندیدہ ومحبوب ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میدان محشر میں ہر انسان سے پانچ سوالات ہوں گے، ان میں سے دوسرا سوال جوانی سے متعلق ہوگا، جس میں اللہ رب العزت بندوں سے پوچھے گا کہ بتاؤ تم نے اپنی جوانی (طاقت وقوت اور صحت وتندرستی) کا زمانہ کن کاموں میں صرف کیا، گناہوں میں بتایا یا اللہ کی اطاعت وفرمابرداری میں صرف کیا؟ ارشاد نبویؐ ہے:

لَا تَزَالُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ حَيَاتِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ. الخ

ابن آدم قیامت کے روز پانچ سوالات کا جواب دئے بغیر اپنی جگہ سے ہل نہیں پائیں گے (۱) زندگی کیسی گذاری؟ (۲) جوانی کن کاموں میں صرف کی؟

آج کل صحت وتندرستی کی نعمت جن کو میسر ہے وہ دنیا کو کمانے، گھومنے پھرنے اور کھیل کود میں اتنے مصروف ہیں کہ ذہن ودماغ سے بیماری اور آخرت کا تصور ہی نکل گیا ہے، ان کی تمام تر تگ ودوصرف

دنیا کے ختم ہونے والے مختصر سے فائدے تک محدود ہے، مرنے کے بعد کی زندگی کا کوئی خیال وفکر ان کے ذہن میں نہیں ہے۔

(۲) وَالْفَرَاغُ:- مذکورہ بالا روایت میں نبی کریم علیہ السلام دوسری اس نعمت کا تذکرکرتے ہوئے جس میں عام طور پر لوگ خسارے اور ٹوٹے میں رہتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں کہ فارغ البالی اور ذمہ داریوں کا نہ ہونا نیز فرصت کے لمحات کا میسر آجانا رب ذوالجلال کی وہ نعمت ہے جس کو عام طور پر لوگ ضائع کردیتے ہیں اور اس سے پورے طور پر فیضیاب نہیں ہو پاتے ہیں، زندگی کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے، انسان جو کچھ بھی اچھائی اور برائی دنیا میں کرے گا قیامت کے دن اس کا بدلہ پائے گا، عام طور پر فراغت کے ایام میں دین سے جڑا ہوا آدمی یہ سوچتا ہے کہ آج کل فرصت ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرلی جائے، نوافل کا اہتمام کیا جائے، دین کی خدمت میں حصہ لے لیا جائے، پھر شیطانی وسوسے اسے گھیرتے ہیں اور وہ صبح سے شام پر شام سے صبح پہ اور آج سے کل پر کل سے پرسوں پر ٹالتا رہتا ہے، یہاں تک مختلف مصروفیات اس کو آ گھیرتی ہیں اور پھر چاہنے کے باوجود بھی وہ کچھ نہیں کرپاتا ہے۔

آج کل بددینی کا حال یہ ہے کہ جن لوگوں کو رب ذوالجلال نے معاشی طور پر فارغ البالی عطا کی ہے وہ صبح سے شام تک الٹی سیدھی بکواس کرنے، محفل جمانے اور ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں مصروف رہتے ہیں، گویا وقت کا فارغ ہونا اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے آزاد ہونا ان کے لئے گناہوں میں اضافہ کا سبب بن رہا ہے، یہ نعمت ان کے حق میں رحمت کے بجائے زحمت بن رہی ہے اور ان کو اس کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہے۔

نبی کریم علیہ السلام اپنی امت کو مذکورہ بالا روایت کے ذریعہ اس بات کی تاکید فرمارہے ہیں کہ اگر خدا نے تم کو صحت وتندرستی اور فرصت وفراغت دی ہے تو ان نعمتوں کو ضائع نہ کرو؛ بلکہ ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرو، تاکہ دنیا وآخرت دونوں جہاں میں تم کو اس کا فائدہ حاصل ہوسکے۔ اللہ رب العزت ساری امت کو نبی کریم علیہ السلام کی ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین) وصلی اللہ علی النبي الکریم۔

افاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ مدثر

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ

ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نیک بندوں کی مخالفت کرنا اپنے کو ہلاک وبرباد کرنا ہے

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ. فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ. ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ. ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ. فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ: (بے شک اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی، سو اُس پر خدا کی مار ہو، کیسی بات تجویز کی، پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی؟ پھر دیکھا اور منہ بنایا؛ تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت زیادہ کراہت ہے)

یہ آیت ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، اسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ طرز اختیار کیا تھا، نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور آپ کو دیکھ کر تکبر کیا، منہ بنایا، جادوگر ہونے کا الزام لگایا، اس کے نتیجہ میں خود ہی ہلاک وبرباد ہوا۔

جو آدمی دین کی مخالفت کرے یا کسی بزرگ اور دین دار کے پیچھے پڑ جائے اور اس کی مخالفت کرے، اس کو ستائے تو سمجھو کہ اس کی ہلاکت کے دن قریب آ گئے ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو ہلاک وبرباد کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی نیک بندے کے پیچھے اس کو لگا دیتا ہے، وہ اس کی مخالفت کرتا ہے، الزام لگاتا ہے، اس کو ستاتا ہے، بدنام کرتا ہے، طرح طرح کی سازشیں کرتا ہے، بس خود ہی ہلاک ہوجاتا ہے، جو کسی بزرگ اور نیک آدمی کے پیچھے پڑا ہو سمجھو کہ اس کی ہلاکت کے دن قریب آ گئے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں، کیوں کسی کے پیچھے پڑے؟

سورۂ دھر

مہمانوں کو اچھا کھانا کھلانا چاہئے

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا: (بے شک جو نیک لوگ ہیں وہ

ایسے جام شراب سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنتیوں کی مہمان نوازی کرے گا، اور اُن کو بہتر سے بہتر کھانا کھلائے گا، پلائے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ میزبان ہوگا اور جنتی مہمان ہوں گے۔ اِس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ مہمان کو اچھا سے اچھا اور عمدہ کھانا کھلانا چاہئے، مہمان کی خواہش اور اس کے مزاج کے مطابق کھانا کھلانا چاہئے۔ حدیث پاک میں اکرامِ ضیف کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ: ''تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰہِ'' کہ اللہ تعالیٰ والے اخلاق تم بھی اختیار کرو'، اللہ تعالیٰ مہمانوں کا اکرام کرے گا، اچھے سے اچھا کھلائے گا، بندوں کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

مہمانوں کے لئے پہلے اُن کے کھانے کی فکر کرنا چاہئے

اللہ تعالیٰ جنتیوں کی مہمان نوازی کرے گا، تو سب سے پہلے اُن کو راحت کی جگہ پہنچا کر اُن کی دعوت کرے گا، اُن کو کھانا کھلائے گا، اصل قیام گاہ یعنی جنت میں بعد میں پہنچایا جائے گا، جنتیوں کا لباس بھی بعد میں پہنایا جائے گا، پہلے کھانا کھلایا جائے گا، اِس آیت میں بھی پہلے کھلانے پلانے کا ذکر ہے اور لباس کا تذکرہ آگے بعد میں آرہا ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ مہمان جب آئے تو سب سے پہلے تو اُس کے کھانے اور پینے کی فکر کرنی چاہئے، نہ معلوم بے چارہ کب سے بھوکا پیاسا ہوگا، اس کے بعد پھر نہانے دھونے وغیرہ کے دوسرے انتظامات کرنے چاہئیں۔ واللہ اعلم

مہمانوں کو کشادہ اور اچھی جگہ ٹھہرانا چاہئے

اللہ تعالیٰ اپنے مہمان بندوں کی خاطر داری کرے گا اور اُن کو ایسی جگہ ٹھہرائے گا جو وسیع اور کشادہ اتنی ہوگی جہاں تک نگاہ جائے، انتہائی صاف شفاف ہوگی، گندگی کا نام ونشان نہ ہوگا، نہ شور وغل، ہر چیز اس کی منشاء کے مطابق ہوگی۔ اِسی مناسبت سے فرمایا کہ اپنی وسعت اور گنجائش کے مطابق مہمانوں کو ایسی جگہ ٹھہرانا چاہئے جہاں سکون ہو، شور وشغب نہ ہو، ایسی جگہ نہ ٹھہرائے کہ بالکل تنگ کوٹھری اور گھٹن کی جگہ ہو کہ انکھا نہ پنکھا، نہ صفائی ستھرائی، پیشاب خانہ اور بیت الخلاء سب گندے، ان سب باتوں کا بھی لحاظ رکھا جائے، یہ آداب میزبانی میں سے ہیں کہ مہمان کو راحت وسکون کی جگہ قیام کرائے۔

بیت الخلاء صاف ہونے کی اہمیت

آج کل عموماً بیت الخلاء بہت گندے ہوتے ہیں، بیت الخلاء تو بالکل صاف ہونے چاہئیں؛ کیوں کہ بعض طبعیتیں ایسی ہوتی ہیں کہ گندے بیت الخلاء میں اُن کو اِجابت ہی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر قریب میں پاخانہ پڑا ہو تو اُن کو پاخانہ نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا بیت الخلاء صاف شفاف اور وسیع ہوتا ہے، شروع میں مولانا اپنے یہاں جنگل میں قضاء حاجت کے لئے جاتے تھے، جہاں کی جگہ اور فضا صاف ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ مولانا یہاں بھی جلسہ کے موقع پر تشریف لائے تھے، جب مدرسہ کا وجود بھی نہ تھا، مدرسہ کی ابتداء ہوئی تھی، ہم لوگوں نے مولانا کے اکرام میں اپنے ہاتھ سے بیت الخلاء بنایا تھا؛ لیکن مولانا علی میاںؒ اس میں تشریف نہیں لے گئے، جنگل گئے، عیدگاہ اور نالے کو دیکھ کر فرمایا کہ: ''مجھے تو یہاں آ کر اپنے یہاں کا تکیہ (رائے بریلی) یاد آ گیا، ہمارے یہاں بھی اسی طرح نالے کے کنارے مسجد ہے، یہاں بہت اچھا لگ رہا ہے، پھر حضرت مولانا نے وہیں عشاء کی نماز پڑھی، اس کے بعد تشریف لے آئے۔ بعد میں پھر مدرسہ میں بیت الخلاء بن گئے، حضرت مولاناؒ فرماتے تھے کہ: ''مجھے کھانا کوئی جیسا چاہے کھلا دے، یعنی سادہ اور معمولی کھالوں گا؛ لیکن پاخانہ یعنی بیت الخلاء صاف ہونا چاہئے، گندے بیت الخلاء میں مجھے اِجابت نہیں ہوتی''۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ احقر کے زمانۂ طالب علمی میں ایک مرتبہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ تشریف لائے تھے، اس وقت بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، مہمان خانہ کے بیت الخلاء میں حضرت مولانا قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے، اتفاق سے بیت الخلاء میں ٹونٹی والا لوٹا نہ تھا؛ بلکہ ایک گول ڈبہ لمبا سا رکھا ہوا تھا، جس سے پانی نکالنے اور استعمال کرنے سے ایک دم سے کافی مقدار میں پانی گر جاتا ہے، اور دشواری ہوتی ہے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ باہر تشریف لائے اور اپنے خادم سے فرمایا کہ: ''عبدالرزاق تم نے دیکھا نہیں بیت الخلاء میں کیسا ڈبہ رکھا ہے؟'' پریشانی ہوئی، میزبانوں کو ندامت ہوئی اور سبق ملا کہ میزبان کو چاہئے کہ مہمان کی راحت کے لئے ان چھوٹی چھوٹی چیزوں پر پہلے سے نظر رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکرامِ ضیف کا حکم دیا ہے، اور اکرامِ ضیف میں راحت رسانی کی یہ سب صورتیں بھی داخل ہیں۔

بیت الخلاء صاف کروگے تو دل صاف ہوگا

اِسی سیاق میں طلبہ کی نصیحت کے لئے حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ پاخانہ صاف کرنے میں عیب کی کیا بات ہے؟ پاخانے صاف کروگے تو دل صاف ہوگا، دل کا میل کچیل دور ہوگا، تکبر ختم ہوگا، تواضع کی صفت پیدا ہوگی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ راتوں رات لنگی پہن کر تمام پاخانے (بیت الخلاء) اپنے ہاتھ سے صاف کردیا کرتے تھے، اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ کون کرتا ہے؟ صبح بیت الخلاء بالکل صاف ملتے تھے، بہت دنوں کے بعد لوگوں کو معلوم ہوا، اِس طرح بنے ہیں حضرت مدنیؒ۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ امیر جماعت بننے سے پہلے اپنے علمی مشاغل میں لگے رہتے تھے، اِدھر توجہ کم تھی؛ لیکن ایک کام کرتے تھے، امیر جماعت بننے سے پہلے رات میں مرکز کے بیت الخلاء صاف کرتے تھے، اور یہ خدمت ایک عرصہ تک کی ہے، تب جا کر بنے ہیں امیر جماعت تبلیغ، اور پھر اللہ تعالیٰ نے کام لیا ہے، کوئی نہ کوئی خاص وصف ضرور کسی کے اندر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرلیتا ہے۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کا واقعہ

طلبہ سے فرمایا: کہنے کی بات تو نہیں ہے؛ لیکن تمہاری نصیحت کے لئے کہے دے رہا ہوں، ضرورت پڑنے پر اپنے ہاتھ سے بیت الخلاء صاف کردے تو اس میں کیا حرج ہے، میں نے برسہا برس یہاں کے بیت الخلاء صاف کئے ہیں، رات کو اُٹھ کر صاف کردیتا تھا، غسل کرلیتا تھا۔ (راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس زمانہ میں فلش بیت الخلاء نہ تھے، دیہات میں جس طرح کھڈی دار پاخانے ہوتے تھے، وہی بیت الخلاء تھے جس میں گندگی اور نجاست جمع رہتی ہے۔ احقر کے زمانۂ طالب علمی میں وہی بیت الخلاء تھے جو تقریباً آٹھ یا دس تھے، اُن کے متعلق حضرت فرمارہے ہیں کہ برسہا برس احقر نے صاف کئے ہیں، بعد میں مہمان خانہ کے قریب چند فلش بیت الخلاء بن گئے، اس کی سیٹ کو بھی حضرت صاف فرماتے تھے، حضرت نے فرمایا) بھنگی سے صاف کرانے کی بات آئی کہ کچھ پیسے دے کر اُس سے صاف کرائے جائیں، تو وہ پیسے تو لے لیتا تھا؛ لیکن صفائی اچھی طرح نہ کرتا تھا، بس ایسے ہی اِدھر اُدھر کھٹ کھٹ کرکے چلا جاتا، ہم پیسہ بھی خرچ کریں اور صفائی بھی نہ ہو، پھر کیوں پیسہ خرچ کریں؟ میں بھی رات کو لنگی پہن کر ایک گڑھا تھا اُس میں پانی بھرا رہتا تھا، اس سے بالٹی میں پانی بھر بھر کر روزانہ بیت الخلاء صاف کرتا تھا، اور اَب بھی صاف کرسکتے ہیں، اور کرتے ہیں، اِس میں عیب کی کیا بات ہے؟

احقر عرض کرتا ہے کہ فلش بیت الخلاء بن جانے کے بعد بھی حضرت اُس کی سیٹ کو رسی مانجھ وغیرہ کے ذریعہ رگڑ رگڑ کر دھوتے اور صاف کرتے تھے، اور اپنے طلبہ وتلامذہ کا بھی یہی ذہن بناتے تھے۔ احقر حضرتؒ کے قریبی حجرہ میں رہتا تھا، اور حضرت کی خدمت بھی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت نے راقم کا نام لے کر فرمایا کہ: ’’قریب رہنا آسان نہیں ہے، قریب رہنا ہے تو بیت الخلاء صاف کرنا پڑے گا‘‘۔ پھر حضرت مدنیؒ کا حال بیان فرمایا کہ وہ رات میں مہمانوں کے بیت الخلاء صاف کردیا کرتے تھے، الحمد للہ حضرت کی برکت سے دوسرے خدام اور احقر کو بھی کئی سال تک اس خدمت کی سعادت حاصل رہی۔

حضرتؒ کی مجاہدانہ زندگی اور اہل مدارس کے لئے درسِ عبرت

اِسی ضمن میں حضرت نے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے یہاں سواریوں کا نظم نہیں تھا، صرف ایک دو بسیں چلتی تھیں، بہت مشکل سے ملتی تھیں، اُس وقت میں ہتھورا سے باندہ (جو تقریباً ۱۶/ یا ۱۷/ کلومیٹر ہے) پیدل جاتا تھا، پیدل جاتا اور پیدل ہی واپس آتا تھا، راستہ میں قرآنِ کریم پڑھتا جاتا تھا، جانے میں پندرہ پارے اور واپسی میں پندرہ پارے، اِس طرح پورا قرآن ہوجاتا تھا، اکثر سفر میں ایک قرآنِ کریم پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ آٹھ دن مسلسل باندہ پیدل جانا پڑا، اہلیہ بیمار تھیں، باندہ میں زیر علاج تھیں، اُس وقت تمام اَسباق میں ہی پڑھایا کرتا تھا، طلبہ کے سبق کا ناغہ اور اُن کا نقصان بھی نہیں کرنا چاہتا تھا، اِس لئے تمام اَسباق پڑھا کر عصر بعد جاتا تھا، رات کا کچھ حصہ وہاں رہ کر فجر سے پہلے مدرسہ آجاتا تھا، اور پھر دن بھر سبق پڑھا کر عصر بعد واپس چلا جاتا تھا، آٹھ دن تک یہی سلسلہ رہا، اہلیہ کی بیماری اور اُن کے علاج وخبر گیری کی وجہ سے جاتا تھا، اُس زمانہ میں مجھے کوئی جانتا بھی نہ تھا، بعد میں پھر کچھ لوگ جاننے لگے، میں پیدل جاتا تھا تو بس والے مجھے دیکھ کر بس روک دیا کرتے تھے؛ لیکن میرے پاس کرایہ کے پیسے نہ ہوتے تھے، اِس لئے جب بس آتی تو میں درختوں کی آڑ میں چھپ جاتا تھا؛ لیکن بسا اَوقات لوگ درخت کی آڑ سے بھی دیکھ لیتے اور بس روک کر بٹھال لیتے، پھر اللہ نے ایسا کردیا کہ وہ عزت سے بٹھاتے کرایہ بھی نہ لیتے اور مدرسہ تک پہنچادیتے؛ لیکن اللہ نے جب مجھے دیا تو میں نے کسی نہ کسی بہانہ سے اُن سب کا کرایہ اَدا کیا۔ (حضرت کے اِس مجاہدے کی برکت ہے کہ پورے علاقہ کی بس والے خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، سب حضرت کو دیکھ کر بس میں عزت سے بٹھاتے اور مدرسہ تک پہنچا کر واپس ہوتے تھے) □□□

صالحین کی صحبت

حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی ایم پی وصدر دینی تعلیمی وملی فاؤنڈیشن ذاکرنگر نئی دہلی

اللہ رب العزت نے انسان کو بڑے اعزاز کے ساتھ پیدا کیا ہے۔اس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے مقام کا تعین کرتے ہوئے فرشتوں کو خبر دی۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. (البقرۃ:) — اور تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ فی الارض بنایا۔ یہ اتنا عظیم مقام ہے کہ اگر کوئی اس کا تصور کرے اور گہرائی کے ساتھ سوچے تو اسے پتہ چلے گا کہ اللہ کا اس کے اوپر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کو زمین میں اپنا نائب بنایا۔انسان کے مکرم اور قابل احترام ہونے کی بات قرآن مجید میں یوں کہی گئی: ﴿وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ﴾ ''ہم نے اولادِ آدم کو مکرم بنایا ہے''۔ایک جگہ انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ مذکورہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کو بڑے مقام ومرتبہ کے ساتھ پیدا کیا گیا۔

اگر انسان کی ان صلاحیتوں پر نظر ڈالی جائے جو باری تعالیٰ نے اس کے اندر رکھی ہیں تو بھی پتہ چلتا ہے کہ باری تعالیٰ نے انسان پر بڑے رحم وکرم کا معاملہ کیا ہے۔مثلاً انسان کو دماغ دیا گیا، جس کا استعمال کرکے وہ اچھے اور برے کے درمیان فرق محسوس کرسکتا ہے، اپنی ضرورت کی بہت سی چیزیں تلاش کرسکتا ہے اور جستجو کرسکتا ہے۔انسان کو عقل دی گئی جس کی بنیاد پر وہ اپنے حق میں بہتر فیصلے لے سکتا ہے۔ شعور عطا کیا گیا جو انسان کے لیے بڑا قیمتی ہے۔اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے اندر آگے بڑھنے کی آرزو اور خواہش رکھ دی اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی تمنا بھی پیدا کردی۔اتنی صلاحیتوں اور اوصاف کے ساتھ انسان کو جس جہان میں بھیجا گیا، اس میں مخالف اور منفی طاقتوں کو بھی پیدا کیا گیا جو غلط راستے کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہیں۔شیطان اور اس کا لشکر ہمیشہ اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو بہکایا اور

بھٹکایا جائے۔ انسان کو بہکانے اور بھٹکانے کے لیے شیطان اپنی ساری توانائی خرچ کر دیتا ہے اور طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔ جس دنیا میں انسان موجود ہے وہاں بہت سی ایسی چیزیں موجود ہیں جو بظاہر بڑی بھلی اور خوشنما معلوم ہوتی ہیں مگر فی الواقع وہ بڑی نقصان دہ ہوتی ہیں۔ یہ سب اس لیے پیدا کیا گیا؛ تاکہ انسان کو آزمایا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ امتحان میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں۔

اللہ رب العزت نے انسان کو وہ صلاحیت ودیعت کی ہے کہ وہ اس کا استعمال کر کے صحیح اور غلط کے مابین فرق محسوس کرسکتا ہے، یہ جان سکتا ہے کہ کونسی چیز اس کے لیے کامیابی کی ہے اور کونسی چیز اس کے لیے ناکامی کی ہے، مگر اس کے ساتھ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اللہ رب العزت نے پیغمبروں کو بھی دنیا میں بھیجا اور بڑی تعداد میں بھیجا؛ تاکہ وہ لوگوں کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کریں، ایسے ہی صحیفوں اور کتابوں کو نازل کیا کہ انسان صراطِ مستقیم پر چلتا رہے اور شیطان کے مکروفریب کا شکار نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کے ختم ہو جانے کے بعد علما کو پیدا کر دیا کہ وہ ٹھوس بات لوگوں کو بتاتے رہیں اور اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دیں۔

علماء کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ“ (علماء نبیوں کے وارث ہیں)۔ امت میں اللہ رب العزت نے اولیاء اور صلحا کو بھی پیدا کیا جو خود بھی نیکی کے کام کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیکی کے کام کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ سماج کے لوگوں کے لیے بڑے مفید ہوتے ہیں۔ لوگ ان کی صحبت اختیار کر کے اپنے آپ کو سدھار سکتے ہیں اور صحیح راستے پر قائم رہ سکتے ہیں۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ (نیکوکاروں کی صحبت اختیار کرو)

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید اس لیے دی گئی کہ صحبت انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر صحبت غلط لوگوں کی مل جاتی ہے تو ان کے اثرات پڑنے کے خدشات رہتے ہیں اور اگر نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جاتی ہے تو ان کے اچھے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہر بچہ فطرت (فطرتِ اسلام) پر پیدا کیا جاتا ہے، لیکن اس کے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں، مجوسی بنا دیتے ہیں اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔“ یعنی جو بچہ بھی دنیا میں آتا ہے وہ فطرت اسلام کے ساتھ

آتا ہے مگر اپنے والدین اور اپنے گھر کے ماحول کے مطابق ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اگر اس کے والدین یہودی ہوتے ہیں تو یہودی بن جاتا ہے، اگر عیسائی ہوتے ہیں تو عیسائی بن جاتا ہے، اگر مجوسی ہوتے ہیں تو مجوسی بن جاتا ہے اور مسلمان ہوتے ہیں تو مسلمان بن جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحبت اور ماحول کا کس قدر اثر پڑتا ہے۔ یہ حدیث تمام انسانوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کریں؛ تاکہ اچھے بن جائیں اور برے لوگوں کی صحبت سے بچیں تاکہ برائی سے محفوظ رہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہنی ضروری ہے کہ دنیا میں مختلف مزاج و عادات رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو جرائم کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور پے در پے غلط کام کرتے ہیں، بعض بدعنوانی اور رشوت خوری میں پیش پیش رہتے ہیں، بعض شراب نوشی کی لت رکھتے ہیں، بعض زنا کاری کے سمندر میں غرقاب رہتے ہیں، بعض کذب گوئی اور وعدہ خلافی کی عادت رکھتے ہیں، بعض دنیا داری کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور دنیوی عیش و عشرت کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے معیار و عادات کے مطابق بات چیت بھی کرتے ہیں اور کام بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ ان کے پاس جاتے ہیں، ان کے لیے یہ خطرات اور خدشات پیدا ہو جاتے ہیں کہ کہیں ان کی بری عادتیں ان کے اندر نہ آ جائیں۔ اس لیے بھی کہ شیطان اپنے مکر و فریب کے ساتھ انسان کو بھٹکانے اور بہکانے میں لگا ہوا ہے۔ وہ غلط لوگوں کا ساتھ دیتا ہے اور اچھے لوگوں کو غلط لوگوں کی راہ پر آنے کے لیے اپنا سارا زور لگا دیتا ہے۔ شیطان کو اتنی قوت دی گئی ہے کہ وہ انسان کے خون تک میں شامل ہو جاتا ہے۔ شیطان کے مکر و فریب اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان سے بچنا آسان نہیں ہوتا۔ اقبالؔ نے تمثیلی انداز میں شیطان کی قوت کو بیان کرتے ہوئے شیطان کی زبانی یہ کہلوایا ہے۔

خضر بھی بے دست و پا الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم دریا بہ دریا جو بہ جو

انسان کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ شیطانی حربوں و حملوں سے چوکنا ہو۔ خود انسان کے اپنے اندر نفسِ امّارہ موجود ہے جو اس کو غلط چیزیں اختیار کرنے پر اُکساتا ہے۔ بعض اوقات نفسِ امّارہ انسان پر اس قدر غالب آ جاتا ہے کہ اُسے اپنا اسیر بنا لیتا ہے اور انسان بے چون و چرا لمبے وقت تک اس کی اتباع

کرتا رہتا ہے۔بعض لوگوں کی تو زندگیاں ہی ختم ہو جاتی ہیں مگر وہ نفسِ امّارہ کے جال سے نہیں نکل پاتے، کچھ لوگوں کو ایک لمبی مدت تک نفسِ امّارہ کی غلامی کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے اور وہ ندامت و پشیمانی کے عالم میں اپنے رب کے حضور دعا گو ہوتے ہیں اور نفسِ امّارہ کی قید سے چھٹکارا پانے کی عاجزانہ درخواست کرتے ہیں۔بقول شاعر:

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما
کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

نفسِ امّارہ کی غلامی سے نجات پانے اور شیطانی مکروفریب سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔یعنی اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرلیا جائے۔جن چیزوں کو کرنے کا باری تعالیٰ نے حکم کیا ہے، وہ چیزیں کی جائیں اور جن چیزوں سے روکا ہے، ان سے بچا جائے۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۔احکامِ الٰہی اور اسوۂ نبیؐ کو اختیار کرکے انسان اپنے آپ کو سیدھے راستے پر گامزن رکھ سکتا ہے۔اللہ کے ارشاد کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے مطابق نیک لوگوں کا ساتھ پکڑ لیا جائے۔اسی لیے بہت سے اکابرین نے اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرنے، ان سے استفادہ کرنے کو اہم قرار دیا ہے۔صالح پیر و مرشد اپنے شاگرد کی اصلاح کرتے ہیں، ان کے اندر تزکیۂ نفس کا جذبہ بیدار کرتے ہیں اور ان پر توجہ رکھتے ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کو صالح پیر یا مردِ کامل مل جائے تو یہ اس کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔مولانا رومی کو شمس تبریز جیسا بزرگ حاصل ہوا تو ان کی زندگی میں زبردست انقلاب آ گیا۔اقبالؔ نے کہا ہے:

گر نیابی صحبتِ مردِ خبیر
از اب و جد آنچہ من دارم بگیر
پیرِ رومی را رفیق اَز راہ ساز
اَز خدا بخشد ترا سوز و گداز

نیک لوگوں کی صحبت کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش و تربیت کے دوران اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے بچے کن لوگوں یا بچوں کے ساتھ وقت گزار

رہے ہیں۔ اگر وہ یہ دیکھیں کہ ان کے بچوں کے گرد رہنے والے بچے اچھی خصلت نہیں رکھتے یا ان کے ماحول درست نہیں ہیں تو فوری طور سے انہیں اپنے بچوں کا ماحول تبدیل کرنے کے لیے ایسے بچوں اور لوگوں کی صحبت فراہم کرنی چاہئے جو نیک ہوں، مثبت سوچ رکھتے ہوں۔ اس سلسلے میں ذرا سی غفلت ان کے بچے کے مستقبل کے لیے تباہ کن ہوسکتی ہے۔ بچوں کو اچھا ماحول دینا شروع سے ہی ضروری ہوتا ہے۔ اگر ابتدا میں منفی ماحول انہیں مل جاتا ہے اور وہ اس میں رَچ بس جاتے ہیں تو پھر اس سے ان کو نکالنا آسان نہیں ہوتا۔ بچے کورے کاغذ کے مانند ہوتے ہیں۔ جیسا وہ دیکھتے ہیں، سیکھ لیتے ہیں جو کچھ ان کے اردگرد ہوتا ہے، وہ غیر محسوس طریقے سے ان کی زندگیوں کو متأثر کرتا ہے۔

اس بابت غور وفکر کرتے ہوئے والدین سب سے پہلے خود اپنے کردار وعمل کا جائزہ لیں، اپنا محاسبہ کریں اور یہ دیکھیں کہ ان کی زندگی کس طرح کی ہے۔ وہ خود نیک، ایماندار، دیانت دار، اسلام کے پابند ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں ہیں تو پھر ان کے بچوں کے لیے خطرے کی گھنٹی یہیں سے بجنی شروع ہوجاتی ہے۔ کیوں کہ بچے زیادہ تر انہی کے پاس رہتے ہیں۔ ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ کہی جاتی ہے۔ یعنی بچہ اپنی ماں کی گود میں بہت کچھ سیکھتا ہے۔ وہ ماں کو جس طرح کرتے دیکھتا ہے، ویسا ہی کرتا ہے، جیسے ماں بولتی ہے، سکھاتی ہے، ویسے ہی وہ بولنا سیکھتا ہے۔ اب اگر خدانخواستہ ماں کا کردار اچھا نہ ہوا، اس کی سوچ منفی ہوئی، اس کے اعمال غیر مناسب ہوئے، اس کی گفتگو بے ڈھنگی، غیر مہذب اور ناشائستہ ہوئی تو فطری طور پر وہی چیز بچوں کے اندر بھی داخل ہوجائے گی۔ چنانچہ ماں کو بہت زیادہ محتاط ہونا پڑے گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود اچھا بننا پڑے گا۔ یہی سب کچھ باپ کو بھی کرنا ہے، اس لیے کہ ماں کے بعد بچہ کو باپ سے واسطہ پڑتا ہے۔ بعض والدین خود دیندار، صالح نہیں ہوتے اور غلط کام کرنے سے باز نہیں آتے مگر اپنی اولاد کو نیک وصالح اور ایمان دار بنانا چاہتے ہیں، یہ بڑی مشکل بات ہے۔

اس کے بعد والدین کے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ گھر میں دوسرے افراد اور کون کون ہیں اور وہ کیسے ہیں؟ ظاہر ہے کہ بہت سے گھر متعدد افراد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اگر گھر کے سبھی ممبران درست ونیک ہیں تو بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر کوئی غلط راستے پر ہو تو والدین کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے اس فرد کی بھی اصلاح کریں، اگر وہ نیک بن جائے تو بہت اچھی بات، ورنہ تو اپنے بچوں کو اس کی صحبت

سے بچانے کی کوشش کریں۔ بچہ جب تھوڑا بڑا ہونے لگتا ہے اور گھر کے باہر نکلنے لگتا ہے تو پھر اس بات پر بھی نظر رکھنا ضروری ہو جاتا ہے کہ گھر کے باہر وہ جن بچوں سے مل رہا ہے وہ کیسے ہیں؟ اگر ان بچوں کا ماحول درست نہیں ہے تو اپنے بچوں کو ان سے بچائیں۔ پھر جب بچے اسکول یا مدرسے جانے کے لائق ہو جائیں تو والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے ایسے اسکولوں و مدرسوں کا انتخاب کریں جہاں کا ماحول اچھا ہو۔ جہاں ماحول خراب ہو، وہاں ہرگز بچوں کو داخلہ نہ دلائیں۔ کیوں کہ گھر کے بعد بچوں کے لیے مدرسے اور اسکول بڑے اہم ہیں۔ غرض یہ کہ ماحول اور صحبت بچے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور اس پر اس کے مستقبل کا بڑی حد تک انحصار ہوتا ہے۔

''صحبت'' کی اہمیت صرف بچوں کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ جوانوں کے لیے بھی ہے، بوڑھوں کے لیے بھی ہے اور عورتوں کے لیے بھی ہے۔ جوانوں کو بھی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔ برے لوگوں کی صحبت ان کے لیے بڑی خطرناک ہوتی ہے؛ کیونکہ جوانی میں انسان کے پاس بھرپور امنگیں ہوتی ہیں، جسم میں طاقت ہوتی ہے، خواہشات زوروں پر رہتی ہیں۔ اگر ایسے میں اسے غلط ماحول اور برے ساتھی مل گئے تو بڑے خطرے کی بات ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ والدین نے اپنے بچوں کو گھر میں بھی اچھا ماحول دیا، باہر بھی اچھے بچوں کے ساتھ انہیں لگایا، اچھے ماحول والے اسکولوں میں داخلہ کرایا مگر جب وہ باہر آئے، عملی دنیا میں قدم رکھا اور کچھ برے نوجوان ساتھی انہیں مل گئے تو وہ بگڑتے چلے گئے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نوجوان اپنے آپ کو نیک لوگوں کے ساتھ جوڑیں۔ بوڑھاپے میں اگرچہ انسان عقل کے اعتبار سے بھی پختہ ہو جاتا ہے، امنگیں اور خواہشات بھی دم توڑنے لگتی ہیں، لیکن اگر اس عمر میں بھی غلط ماحول ملتا ہے تو وہ اپنی آخرت سے لاپرواہ ہو کر غیر معیاری کام کر سکتا ہے۔ جس کی ڈھیر ساری مثالیں سامنے ہیں۔ عورتوں کے لیے بھی اچھی صحبت ناگزیر ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ اچھی اور دین دار عورتوں کے ساتھ رہیں۔ بدچلن عورتوں کے ساتھ رہنا نقصان دہ اور خطرناک ہے۔ بہر کیف صالحین کی صحبت بڑی اہم ہے اور ہر شخص کو چاہئے کہ وہ صالحین کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑے رکھے، غلط لوگوں سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کرے۔

مسلمانوں کے ناگفتہ بہ حالات

اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں اُن کا حل

مولانا مفتی محمد اظہار قاسمی استاذ مدرسہ اسلامیہ عربیہ مصباح الظفر ،ڈھکہ ،امروہہ

اس وقت پورا عالمِ اسلام خاص طور پر ہمارا ملک ہندوستان (جو صدیوں تک اسلامی اقدار، عزت و شرف اور اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہا ہے اور جہاں ایسی زبردست اسلامی تحریکیں، مصلحین اور علمائے ربانیین پیدا ہوئے ہیں کہ جن کی دعوت واثرات عالم اسلام کے دور دراز ملکوں تک پہنچے) ایک ایسے آزمائشی دور سے گزر رہا ہے کہ جس کی نظیر گذشتہ تاریخ میں صدیوں تک نہیں ملتی، چنانچہ گئوکشی کے نام پر متعدد بے گناہ اور معصوم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا چکا ہے۔

اِن حالات کی وجہ سے مسلمان نہ صرف دوردراز قصبات اور دیہاتوں میں بلکہ بڑے بڑے مرکزی شہروں میں بھی جہاں وہ بڑی تعداد میں بستے ہیں اور ممتاز صلاحیتوں، ذہنی امتیازات اور مہارتوں کے مالک ہیں وہ بھی خوف وہراس کی زندگی جینے پر مجبور ہیں اور قریب قریب ان کی صورت حال وہی ہوگئی ہے جس کی تصویر قرآن مجید میں اللہ نے اپنے بلیغ اور معجزانہ الفاظ میں اس طرح کھینچی ہے۔ ارشاد ہے:

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمِ اَنْفُسُهُمْ. (التوبة: ۱۱۸) — زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہوگئیں۔

لیکن بہرحال مسلمانوں کو مایوس نہیں ہونا چاہئے؛ اِس لئے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت جس کے ہاتھ میں کارخانۂ عالم کی ڈور ہے اور وہ اپنے دین کا محافظ، حق کا حامی، مظلوموں کی مدد کرنے والا، پامال اور خستہ حال کو اُٹھانے والا، سرکش اور متکبر کو نیچا دکھانے والا ہے، اور جس کی شان یہ ہے: ”اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ“ (دیکھو سب مخلوق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے) اس خدائے واحد کے لیے کوئی انقلاب اور تغیرِ حال ناممکن نہیں۔ چناں چہ وہ خود اپنے بارے میں فرماتا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی — اے مسلمانو! کہو اے خدا، اے بادشاہی کے مالک تو

الْـمُـلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِـمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَـدِيْـرٌ. تُولِجُ اللَّيْلَ فِيْ النَّهَارِ وَتُـولِـجُ الـنَّـهَـارَ فِـيْ اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْـحَـيَّ مِـنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِـنَ الْـحَـيِّ وَتَـرْزُقُ مَـن تَشَـاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ'' (آل عمران: ۲۶-۲۷)

جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے، اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو بیشک ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی بیجان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بیجان پیدا کرتا ہے اور تو ہی جسے چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ چاہے تو منٹوں میں مسلمانوں کو دنیا بھر کی حکومت عطا کردے؛ لیکن یہ دنیا دارالاسباب ہے اور اللہ نے ہر چیز کو اسباب کے ساتھ جوڑا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم، اسوۂ نبویؐ اور اسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں چند قابل توجہ امور پیش خدمت ہیں، اگر مسلمان ان پر عمل پیرا ہوں گے تو ان شاء اللہ دنیا اور آخرت کی سرخ روئی ان کا مقدر بنے گی ورنہ وہ ذلت وپستی کے غار میں جا گریں گے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے کرنے کے کام

پہلا کام: رجوع الی اللہ:- اس وقت دنیا کے تمام مسلمانوں اور خصوصی طور پر ہندوستان کے مسلمانوں کا سب سے پہلا فرض اور ضروری کام رجوع الی اللہ، انابت، توبہ و استغفار اور دعا و ابتہال (گریہ وزاری) ہے۔ قرآن میں صراحتاً اللہ ارشاد فرماتا ہے:

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اسْتَعِيْنُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ إِنَّ الـلّٰـهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ.

(البقرة: ۱۵۳)

اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے:

أَمَّنْ يُّجِيْـبُ الْـمُـضْطَـرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَـكْشِفُ السُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ. (النمل: ٦٢)

بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین بناتا ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ ذرا بھی کوئی پریشانی کی بات پیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے اور دعا میں مشغول ہوجاتے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلّٰى. (ابو داؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی پریشانی پیش آتی تو آپؐ نماز شروع کردیتے۔

حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ لَيْلَةَ رِيْحٍ شَدِيْدَةٍ كَانَ مَفْزَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَسْكُنَ الرِّيْحَ وَإِذَا حَدَثَ فِيْ السَّمَاءِ حَدَثٌ مِنْ خُسُوْفِ شَمْسٍ أَوْ قَمَرٍ كَانَ مَفْزَعُهُ إِلَى الصَّلَاةِ حَتّٰى يَنْجَلِيْ. (الطبرانی فی الکبیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب تیز ہوا والی رات ہوتی تو آپ کی پناہ گاہ مسجد ہوتی۔ آپ وہاں اس وقت تک تشریف رکھتے کہ ہوا ٹھہر جاتی اور اگر آسمان میں سورج یا چاند گرہن پڑتا تو نماز ہی کی طرف آپ کا رجوع ہوتا اور اس وقت تک آپ اس میں مشغول رہتے کہ گہن ختم ہوجاتا۔

دوسرا کام: گناہوں سے توبہ:- مسلمانوں کے کرنے کا دوسرا کام یہ ہے کہ فوراً معاصی ومنکرات سے توبہ کی جائے اور گناہوں سے احتراز برتا جائے، حقوق کی ادائیگی کی جائے۔ اس سلسلے میں صرف خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس خط پر اکتفا کیا جاتا ہے جو انھوں نے اپنی افواج کے ایک قائد کو لکھا۔

اللہ کے بندے امیرالمومنین عمر کا یہ ہدایت نامہ منصور ابن غالب کے نام جب کہ امیرالمومنین نے ان کو اہل حرب سے اور ان اہل صلح سے جو مقابلہ میں آئے جنگ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ امیرالمؤمنین نے ان کو حکم دیا ہے کہ ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کریں کیونکہ اللہ کا تقویٰ بہترین سامان، موثر ترین تدبیر اور حقیقی طاقت ہے۔ امیرالمؤمنین ان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے دشمن سے زیادہ اللہ کی معصیت سے ڈریں کیونکہ گناہ انسان کے لیے دشمن کی تدبیر سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ہم اپنے دشمن سے جنگ کرتے ہیں اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر غالب آجاتے ہیں۔ اگر ہم اور وہ

دونوں معصیت میں برابر ہو جائیں تو وہ قوت اور تعداد میں ہم سے بڑھ کر ثابت ہوں گے، اپنے گناہوں سے زیادہ کسی کی دشمنی سے چوکنا نہ ہوں، جہاں تک ممکن ہو اپنے گناہوں سے زیادہ کسی چیز کی فکر نہ کریں۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز ماخوذ از: تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول ص ۴۵-۴۶)

تیسرا کام: غیر مسلموں کے سامنے اسلام کا تعارف:- موجودہ وقت میں مسلمانوں کا تیسرا کام یہ ہے کہ وہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کا تعارف پیش کریں۔ ان کو اسلام کی خوبیاں اور احکام اسلام کی حکمت ونصیحت بتائیں اور ایسے کسی موقعہ کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ ہمارے پاس سب سے بڑی طاقت وہ عقل کے قریب، پُرکشش اور دل ودماغ کو اپنا گرویدہ بنانے والا دین، قرآن مجید کا اعجازی صحیفہ، نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی دلکش سیرت، اور عقل سلیم کو متأثر کرنے والی اسلامی تعلیمات ہیں جو اگر کھلے دماغ اور صاف ذہن سے پڑھی جائیں تو انسان کو متأثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں اس فرض کی ادائیگی میں بڑی کوتاہی کی اور وہ اپنے قول وعمل کے ذریعہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کا تعارف پیش کرنے میں بہت پیچھے رہ گئے۔

چوتھا کام: مسلمانوں کو باہمی اتحاد اور امن وامان کی تلقین:- مسلمانوں کے کرنے کا چوتھا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو امن وامان اور باہمی اتحاد ومحبت کی تلقین کی جائے۔ اس لیے کہ اس ملک یعنی ہندوستان میں صدہا سال سے مسلمان رہتے چلے آئے ہیں اور ان کو اسی ملک میں رہنا ہے۔ ان کو بقائے باہم (Coxistence) انسانی بنیاد پر آپس میں متحد رہنے، اور ذات و مذہب سے اوپر اُٹھ کر صرف انسانی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کرنے، اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت کی تبلیغ اور تلقین ضروری ہے جو اس ملک کی فضا کو مستقل طور پر اور ہمیشہ کے لیے معتدل اور پُرسکون رکھنے کی ضامن ہے اور جس کے بغیر اس ملک کی (جس کے لیے مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا مرکز اور دیس ہونا مقدر ہو چکا ہے) اس ملک کی ترقی اور نیک نامی تو الگ رہی امن وامان اور سکون واطمینان کے ساتھ باقی رہنا بھی مشکل ہے۔

پانچواں کام: مسلمانوں کو صلح پسندی، مصائب پر صبر کرنے اور ایثار کی تلقین:- مسلمانوں کے کرنے کا پانچواں کام یہ ہے کہ مسلمانوں میں خاص طور پر جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور وہاں ان پر خطرات اور آزمائشوں کے بادل ہمیشہ منڈلاتے رہتے ہیں ان کو صلح پسندی، صبر وتحمل بلکہ ایثار و

فیاضی کے ساتھ عزم و ہمت، شجاعت و بہادری کی صفت اور اللہ کے راستہ میں مصیبتیں برداشت کرنے، اوراس پراللہ کےثواب کی امیداوراللہ کےراستہ میں شہادت کےفضائل کی تلقین کی جائے۔

چھٹا کام: مسلم والدین اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کی فکر کریں:- مسلمانوں کے کرنے کا چھٹا اور آخری کام یہ ہے کہ اس وقت ہر گھر کے ذمہ داروں اور بچوں کے والدین اور موجودہ نسل کے لوگوں کواپنی اولاداور آئندہ نسل کو دین کی ضروری باتیں، اسلامی عقیدے، اسلامی اخلاق اور فرائض اسلام سے واقف کرانے اور بنیادی اسلامی تعلیم دینے کی ذمہ داری خود اپنے کندھوں پر اُٹھانی ہےاور وہ اس کواسی طرح فرض اور ضروری سمجھیں جس طرح وہ بچوں کے کھانے، پینے، کپڑے اور علاج ومعالجہ کوضروری سمجھتے ہیں بلکہ دینی تعلیم کا انتظام ان مذکورہ اشیاء سے بھی زیادہ ضروری اور اہم ہے اور بچوں کی دینی تعلیم سے غفلت مذکورہ امور سے غفلت برتنے کے مقابلہ میں زیادہ خطرناک اور برے دائمی نتائج کا سبب ہے۔ اس لیے کہ دینی تعلیم وتربیت اور صحیح اسلامی عقائد کا معاملہ حیات بعدالموت (آخرت) کےاچھےاور برےانجام سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”یٰـاَیُّهَـا الَّـذِیْنَ آمَـنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَاراً“ اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کواوراپنے گھر والوں کودوزخ کی آگ سے۔اورصحیح حدیث میں آتا ہے:

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ. — تم میں سے ہرایک حاکم ہےاور ہرایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اس لیے موجودہ زمانہ میں گھرگھر، محلّہ محلّہ، مسجد مسجد اور مکتب مکتب بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے اور ہر عاقل و بالغ مسلمان اور عیال دار آدمی کو یہ ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت فرمائے۔آمین

○❖○

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد
ایک عظیم اصلاحی تحریک کا نام ہے
صرف ایک ممبر بنا کر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہوجائیے۔

دوسری قسط

سود ایک معاشی لعنت

مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

سود کے بارے میں ایک شبہ اور اُس کا جواب

بعض پڑھے لکھے لوگ اس شبہہ میں بھی مبتلا ہیں کہ قرآن کریم نے جس ''رِبا'' کو حرام قرار دیا ہے، وہ ایک خاص قسم کا کاروبار تھا، جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا کہ کوئی غریب مصیبت زدہ شخص اپنی مصیبت دور کرنے کے لئے کسی سے قرض لے لیتا اور قرض خواہ اس پر ایک نفع (سود) لیا کرتا تھا، یہ بے شک ایک سنگدلی کی بات تھی کہ کوئی شخص کسی کی مصیبت میں اس کی مدد کرنے کے بجائے الٹا اس کی مصیبت سے فائدہ اٹھائے، قرآن نے سود کی اس صورت کو حرام قرار دیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے، کہ اس حرمت کا اطلاق آج کے زمانہ میں سود کی اس صورت پر ہوسکتا ہے، جو مہاجنوں اور دوسرے سودخوروں کے وہاں شخصی اور انفرادی طور پر رائج ہے کہ کوئی ضرورت مند وغریب اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے (خواہ کوئی چیز گروی رکھ کر یا اور کسی اعتماد کی بناء پر) ان سے قرض لیتا ہے اور اس پر حسب شرط وتعین سود ادا کرتا ہے، لیکن آج کل تجارتوں، بینکوں، کمپنیوں اور اجتماعی اداروں کے ذریعہ جو سودی کاروبار ہوتا ہے، اس کی صورت بالکل مختلف ہے، اب سود دینے والے مصیبت زدہ لوگ نہیں ہیں بلکہ متمول اور سرمایہ دار تجار ہیں جو غریبوں سے سود لینے کے بجائے خود ان کو سود دیتے ہیں ظاہر ہے، کہ اس صورت میں غریبوں کا ہی فائدہ ہے، کہ بہت سے قلیل سرمایہ دار والے لوگ مذکورہ ذرائع سے کچھ نہ کچھ حاصل کرلیتے ہیں، لہذا موجودہ دور کے تجارتی سود پر حرمت کا اطلاق نہیں ہونا چاہئے۔

جواب:- اس کے جواب کے سلسلہ میں پہلے تو ایک بنیادی بات یہ جان لینی چاہئے کہ شریعت کے کسی بھی حکم کا تعلق اصول اور کلیہ سے ہوتا ہے جزئیات اور اقسام کا اختلاف اس حکم کے نفاذ پر اثر انداز نہیں ہوتا شریعت نے جس چیز کو اصولی طور پر حرام قرار دیا ہے، وہ چیز اپنے تمام اجزاء اور اپنی اقسام کے ساتھ حرام ہوگی، اس میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا، کہ وہ اللہ کے نافذ کردہ حکم میں یا اس کے کسی جزء یا

قسم کو محض اپنے خیال سے مستثنیٰ کردے یا اس حکم کے اطلاق کو بلا کسی شرعی دلیل کے مقید ومحدود کردے، اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے، تو وہ گویا قرآن میں تحریف کرتا ہے اور اللہ کے احکام سے منحرف ہوتا ہے، مثلاً شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے، اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے، کہ اس حرمت کا تعلق اس شراب سے ہے، جو پہلے زمانہ خراب قسم کے برتنوں میں سڑا کر بنائی جاتی تھی۔ اب تو چونکہ صفائی ستھرائی کا بڑا اہتمام ہے، مشینوں کے ذریعہ سب کام ہوتا ہے، اعلیٰ درجہ کی شرابیں بنتی ہیں، لہذا موجودہ دور کی شراب پر حرمت کا اطلاق نہیں ہونا چاہیئے، تو ظاہر ہے کہ یہ بات وہی شخص کرسکتا ہے، جو اسلامی شریعت کا ذرا سا بھی علم نہ رکھتا ہو، یا اسلامی شریعت کے مزاج سے قطعاً ناواقف ہو۔

اس بات کو سمجھ لینے کے بعد اب رِبا کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم میں رِبا کی مخالفت کا ذکر ایک جگہ نہیں مختلف سورتوں کی کئی آیتوں میں آیا ہے اور چالیس سے زائد احادیث میں مختلف عنوان سے اس کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ (معارف القرآن ۱/۶۰۸)

ان میں سے کسی ایک لفظ میں بھی یہ اشارہ نہیں ہے، کہ حرمت کا یہ حکم کسی خاص صورت یا کسی خاص مصلحت کے پیش نظر ہے، حرمت رِبا کی کسی بھی آیت یا کسی بھی حدیث سے یہ اشارۃً بھی ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حرمت صرف اس رِبا کی ہے جو شخصی اغراض کے لئے لیا دیا جاتا تھا، تجارتی سود اس سے مستثنیٰ ہے، بلکہ اگر اس مسئلہ پر تاریخی نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سرے سے یہ خیال ہی غلط ہے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں سود کی صرف یہی صورت رائج تھی کہ کوئی مصیبت زدہ شخص یا غریب آدمی اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے سود پر قرض کا معاملہ کرتا تھا، اور تجارتی معاملات کے لئے سود پر روپیہ لینے دینے کا رواج نہیں تھا؛ بلکہ آیات ربا کا شانِ نزول دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت ربا کا جب نزول ہوا ہے، تو اس وقت شخصی اغراض کے لئے سودی لین دین کے علاوہ تجارتی معاملات کے لئے بھی سود کا لین دین رائج تھا؛ کیونکہ عربؔ اور بالخصوص قریش تجارت پیشہ لوگ تھے، جو تجارتی اغراض ہی کے لئے سود کا لین دین کرتے تھے، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ یہ دونوں حضرات شرکت میں کاروبار کرتے تھے، اوران کا لین دین طائف کے تجار بنوثقیف کے ساتھ تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی رقم سود کے طور پر بنوثقیف

کے ذمہ واجب الاداء تھی، انہوں نے بنوثقیف سے اپنی سابقہ رقم کا مطالبہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے اس حکم کے تحت کہ ''رِبا حرام قرار دے دیا گیا ہے'' اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سود کی اتنی بڑی رقم چھوڑ دینے کا حکم دے دیا، جس کا اعلان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی یوں فرمایا تھا:

رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ. (إعلاء السنن ١٤/٣٣٤)

زمانہ جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا ہے اور سب سے پہلا سود جسے میں اپنے سودوں میں سے چھوڑتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ کے ساتھ اور ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ سودی لین دین تھا، اور یہ باہمی سودی لین دین کسی فوری ضرورت یا مصیبت کے تحت قرض لینے کی حیثیت سے نہیں تھا؛ بلکہ اس انداز سے تھا کہ ان کے درمیان لین دین کاروباری اور تجارتی حیثیت سے مسلسل جاری تھا، جیسے ایک تاجر دوسرے تاجر سے، یا ایک کمپنی دوسری کمپنی سے معاملہ کیا کرتی ہے، بلکہ سودی کاروبار کرنے والے لوگ رِبا کو بھی ایک قسم کی تجارت ہی سمجھا کرتے تھے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۳/۵۰)

جس کی تردید قرآن کو کرنی پڑی اور خرید وفروخت کے ان سودی معاملات کو تجارت ہی کی ایک قسم سمجھنے والوں کے لئے سخت تہدید ووعید نازل ہوئی۔

اب رہی یہ بات کہ بینکوں کے سودی کاروبار سے غریب عوام کا نفع ہے کہ انہیں اپنی رقموں پر کچھ نہ کچھ نفع (سود) مل جاتا ہے تو یاد رکھئے، کہ یہ وہ حسین فریب ہے جس کی بنیاد پر یورپین اقوام نے سود جیسی بدیہی اور ہمیشہ کی مسلم لعنت کو کاروبار کا ایک خوبصورت جامہ پہنایا، اور عوام نے اس فریب میں آکر سود کے چند ٹکوں کے لالچ میں اپنی اپنی پونجی کو بینکوں کے حوالہ کر دیا ہے، اس طرح پوری قوم کا سرمایہ سمٹ کر بینکوں میں آگیا، اور پھر بینکوں سے بڑے بڑے تاجروں بیوپاریوں نے بطور قرض لے کر اپنے اپنے کاروبار کو وسعت دی اور اس سے جو عظیم الشان نفع حاصل ہوا اس میں سے چند ٹکے بینکوں کو دے کر باقی سب اپنی تجوریوں میں بھر لیا۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۳/۵۳)

بینک والوں نے ان ٹکوں میں سے کچھ حصہ پوری قوم کے ان لوگوں کو بانٹ دیا، جنھوں نے اپنی اپنی پونجی بینک کے حوالہ کی تھی، اس طرح سرمایہ دار نے تو اپنے دس ہزار روپیہ سے ایک لاکھ کما لیا، اور بیچارے غریبوں کے حصہ میں کیا آیا؟ صرف چند ٹکے۔

اب بتائیے کہ ان بینکوں سے بھی اصل فائدہ کسے حاصل ہوا، سرمایہ دار کو یا غریب کو؟ فریب خوردہ غریب تو اس متوقع فائدہ سے بھی محروم رہا، جو وہ اپنی پونجی کو بینک کے حوالہ کر دینے کے بجائے کسی چھوٹی موٹی تجارت میں لگا کر حاصل کرتا، اسے تو اتنی بھی سہولت نہیں ملتی ہے کہ وہ بینک سے کوئی بڑی رقم قرض لے کر کوئی کاروبار کر سکے، اس لئے کہ بینکوں میں غرباء کو قرض دینے کا کوئی اصول و قانون نہیں، وہ تو بڑے بڑے سرمایہ داروں اور ساکھ والوں کو قرض دیتا ہے، سرمایہ دار نے بینکوں سے بڑی بڑی رقمیں قرض کے نام پر لیں، ان رقموں سے تجارت وصنعت کی بڑی بڑی منڈیوں پر اپنا اجارہ جمایا، ہر قسم کے کاروبار پر قابض ہو گیا، کسی غریب یا کم سرمایہ دار کو مقابلہ و مسابقت کے ذریعہ تجارت کے کسی میدان میں جمنے نہیں دیا اور انجام کار تجارت کا کاروبار جو پوری قوم کے لئے فائدہ منداور ترقی کا ذریعہ تھا، چند مخصوص لوگوں میں محدود و محصور ہو کر رہ گیا، اور پھر آخر میں اس سودی کاروبار کی تان غریبوں پر ہی اس طرح ٹوٹی، کہ جب تجارت کے اڈوں پر مخصوص سرمایہ دار ناگ بن کر بیٹھ گئے، تو اشیاء کے نرخ بھی ان کے رحم وکرم پر ہو گئے ہیں۔ (مستفاد: معارف القرآن ۱/۶۱۳، جواہر الفقہ ۳/۵۵)

جس کا نتیجہ سامنے ہے، سامان معیشت میں روز بروز گرانی بڑھتی ہی جارہی ہے، حکومت کی تمام تر کوششوں کے باوجود اشیاء کی قیمتیں چڑھتی چلی جارہی ہیں، اور انجام کار فریب خوردہ عوام سود کے نام پر جو چند ٹکے ملے تھے، ان کے مقابلہ میں سامان معیشت دوگنی تگنی قیمتوں تک پہونچا تو ان غریبوں کی جیب سے سود کے وہ چند ٹکے کچھ اور سود لے کر نکل گئے اور پھر لوٹ پھر کر انہیں سرمایہ داروں کی جیب میں پہونچ گئے، لہذا بینکوں اور تجارتی اداروں کے سودی کاروبار کے اس فریب کا پردہ اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ سودی کاروبار کا عام نتیجہ کسی بھی طرح غریبوں کے حق میں مفید نہیں ہوتا، بلکہ یہ درحقیقت پوری قوم کی غربت و افلاس اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں بے پناہ اضافہ کا ذریعہ ہے اور یہی وہ معاشی بے اعتدالی اور اقتصادی تباہ کاری ہے، جو پوری قوم اور پورے ملک کی تباہی کا سبب بنتی ہے اس

لئے اسلام نے سود کے ہر طریقہ اور ہر ذریعہ پر قدغن لگادی ہے، خواہ وہ انفرادی اور شخصی اغراض کے لئے قرض لینے کی صورت میں ہو، یا اجتماعی تجارت اور بینکوں کے کاروبار کی شکل میں، کیونکہ دونوں ہی صورتوں میں غریب عوام کا خون سود خواروں کی غذا بنتا ہے۔ (مستفاد: مظاہر حق ص:۶۶-۷۷)

میدان حشر میں رسوائی

اَلَّذِیْنَ یَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبَا، وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا، فَمَنْ جَآئَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ، وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ. (سورة بقرة آیت ۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں (لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان نے خبطی بنادیا ہو لپیٹ کر (یعنی حیران و مدہوش) یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان (سودخوار) لوگوں نے (سود کے حلال ہونے کی دلیل پیش کرتے ہوئے یہ) کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے (کیونکہ اس میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے اور بیع یقیناً حلال ہے، پھر سود بھی جو اسی کی مثل ہے، حلال ہونا چاہئے) حالانکہ (دونوں میں کھلا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (جو کہ مالک ہیں احکام کے) بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے، (اس سے زیادہ اور کیا فرق ہوگا) پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے (اس بارے میں) نصیحت پہونچی اور وہ (اس سود کے فعل اور اس کفر کے قول سے یعنی حلال کہنے سے) باز آ گیا (یعنی حرام سمجھنے لگا اور لینا بھی چھوڑ دیا) تو جو کچھ (اس حکم کے آنے سے) پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اس کا رہا، (یعنی ظاہر شرع کے نزدیک اس کی یہ توبہ قبول ہوگئی، اور لیا ہوا مال اسی کی ملک ہے) اور (باطنی) معاملہ اس کا (کہ وہ دل سے باز آیا ہے یا منافقانہ توبہ کرلی ہے یہ) خدا کے حوالہ رہا، اور جو شخص نصیحت مذکورہ سن کر بھی اسی قول اور اسی فعل کی طرف، پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخی ہوجائیں گے، وہ اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

مذکورہ آیت کریمہ میں سودخواروں کا انجام بد اور قیامت کے دن اس کا اس طرح کھڑا ہونا جیسے آسیب زدہ، خبطی شخص کھڑا ہوتا ہے، بیان فرمایا گیا ہے جس میں اعلان بھی ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اپنی مجنونانہ

حرکتوں سے پہچانے جائیں گے کہ یہ سود خوار ہیں، اور اس طرح پورے عالمی مجمع میں ان کی رسوائی ہوگی۔

قرآن کریم نے ان کے لئے مجنوں کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے آسیب زدہ خبطی کا لفظ استعمال فرما کر شاید اس طرف اشارہ فرمادیا کہ مجنون تو بعض اوقات ایسا بے حس ہوجاتا ہے کہ اس کو تکلیف وراحت کا احساس ہی نہیں رہتا، لیکن یہ لوگ ایسے مجنوں نہیں ہوں گے، بلکہ عذاب وتکلیف کا احساس باقی رہے گا، نیز یہ کہ مجنون تو بعض اوقات چپ چاپ ایک جگہ پڑجاتا ہے، یہ لوگ ایسے نہیں ہوں گے بلکہ شیطان کے خبطی بنائے ہوئے کی طرح بکواس اور ہذیان اور دوسری مجنونانہ حرکتوں سے پہچانے جائیں گے، اور اس طرح ذلیل ورسوا ہوں گے، مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کو یہ سزا اس مناسبت سے دی جائے گی کہ یہ لوگ دنیا میں روپیہ پیسہ کی حرص وہوس میں اس قدر مدہوش تھے کہ انھیں نہ کسی غریب پر رحم آتا تھا، اور نہ کسی کی شرم مانع ہوتی تھی، گویا پوری زندگی اسی مدہوشی اور بے ہوشی میں گذاردی، اس لئے محشر میں بھی انہیں اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

اس کے بعد دوسرے جملہ میں سود خواروں کی اس سزا کی وجہ، یہ بیان فرمائی ہے کہ ان ناعاقبت اندیش لوگوں نے دو جرم کئے، ایک تو سودی حرام مال کھایا اور استعمال کیا، دوسرے اس کو حلال سمجھا اور حرام کہنے والوں کے جواب میں یہ کہا کہ یہ بیع وشراء بھی تو رِبا ہی کے مثل ہے، جس طرح رِبا کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح بیع وشراء کے ذریعہ بھی نفع مقصود ہے، اگر سود حرام ہے تو بیع بھی حرام ہونی چاہئے، حالانکہ اس کے حرام ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اس جگہ بظاہر مقتضاء مقام یہ تھا کہ یہ لوگ یوں کہتے کہ رِبا بھی بیع کی طرح ہے، جب بیع حلال ہے تو ربا بھی حلال ہونا چاہئے، مگر انہوں نے طرز بیان بدل کر حرام کہنے والوں پر اس جملہ کے ذریعہ استہزاء کیا کہ تم رِبا کو حرام کہتے ہو تو بیع کو بھی حرام کہو، لہٰذا ان جرائم کی وجہ سے میدان حشر میں ذلیل وخوار ہوں گے، اور پھر ہمیشہ کے لئے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ (معارف القرآن ۱/۵۸۸-۵۸۹)

اب آخر میں چند ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیش کرتا ہوں جن میں سود کی شدید ممانعت اور اس پر سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات مہلک چیزوں سے بچو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ وہ کیا چیزیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ (عبادت میں یا اس کی مخصوص صفات میں) کسی غیر اللہ کو شریک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد کے وقت میدان سے بھاگنا (۷) کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانا۔ (مشکوۃ شریف ۱/۱۷)

(۲) رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس تک لے گئے، پھر ہم آگے چلے تو ایک خون کی نہر دیکھی، جس کے اندر ایک آدمی کھڑا ہوا ہے، اور دوسرا آدمی اس کے کنارے پر کھڑا ہے، جب یہ نہر والا آدمی، اس سے باہر آنا چاہتا ہے تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے جس کی چوٹ سے بھاگ کر پھر وہ وہیں چلا جاتا ہے، جہاں کھڑا تھا، پھر وہ نکلنے کا ارادہ کرتا ہے، تو پھر یہ کنارہ والا آدمی وہی معاملہ کرتا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے، جو میں دیکھ رہا ہوں، انہوں نے بتلایا کہ خون کی نہر میں قید کیا ہوا آدمی سود کھانے والا (اپنے عمل کی سزا پارہا) ہے۔ (بخاری شریف ۱/۲۸۰)

(۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور سود دینے والے پر بھی، (اسی طرح) سودی تحریرات لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (گناہ میں) یہ سب برابر ہیں۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۴)

(۴) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میں میرا گذر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے پیٹ گھڑوں مکانوں کی مانند (بڑے بڑے) تھے اور ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے، جو پیٹوں کے باہر سے بھی نظر آرہے تھے، میں نے (انھیں دیکھ کر بڑی حیرت کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام سے) پوچھا کہ جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سود خور ہیں۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۶)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ارشادات عالیہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعاءِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مولانا سید ظہیر احمد صاحب قاسمی جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

''دعا'' کے لغوی معنی ہیں ''بلانا، پکارنا، کسی کو آواز دینا''۔ (اساس البلاغۃ ۲۸۸) مگر شریعت کی اصطلاح میں دعا کے معنی ہیں: ''اللہ تعالیٰ سے مانگنا'' بندہ اللہ تعالیٰ سے بہت سی چیزیں مانگتا ہے، مثلاً اپنی پریشانی کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے کہ میری پریشانی دور کردے، یا خوش حالی کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے کہ اس کی خوش حالی ہمیشہ اس کے ساتھ باقی رہے۔ اِسی طرح بندہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھلائی مانگتا ہے، یا اپنے اور اپنے بھائیوں کے لئے جنت مانگتا ہے اور دوزخ سے پناہ چاہتا ہے، ماں باپ اپنی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگتے ہیں اور اولاد اپنے مرحوم والدین کے لئے اللہ تعالیٰ سے دخولِ جنت اور باحیات والدین کے لئے طولِ عمر مانگتے ہیں، اسی مانگنے کو ''دعا'' کہا جاتا ہے۔

دعاء مؤمن کا ہتھیار ہے، خدا پر اعتماد کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کا سبب ہے، دعاء مؤمن کے لئے ایک سہارا ہے، پریشان حال کی تسلی کا سامان ہے، دعاء کے ذریعہ بندہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، اس سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اپنا دکھڑا سناتا ہے، دعاء کے ذریعہ بندہ اپنے رب کے سامنے ایسی ایسی دلی مرادیں پیش کرتا ہے جو دنیا میں کسی کے سامنے پیش نہیں کرسکتا، غرض دعاء ہر مؤمن کے لئے ایک بڑا تحفہ ہے، دعاء میں چونکہ بندہ ماسوی اللہ سے توجہ ہٹا کر صرف اور صرف اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، اللہ کی ربوبیت کو تسلیم کرتے ہوئے- صرف اسی کا خوف دل میں رکھ کر اور اسی سے اُمید باندھ کر اور یہ توقع رکھتے ہوئے کہ میری پریشانیوں کو دور کرنے کی طاقت صرف اور صرف میرے رب کے پاس ہے- ہمہ تن ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوجاتا ہے، اس لئے شریعت میں اُسے ''عبادت'' کہا گیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ''. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ١٢/٤) یعنی دعا بعینہٖ عبادت ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی سورۂ غافر کی آیت نمبر۶ تلاوت فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اور کہتا ہے تمہارا رب: مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو''۔ اس کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ ''بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا، اور نہ مانگنا غرور ہے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کیا کرے۔ دعا کی قبولیت کے

سلسلہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مانگی ہوئی چیز عطا کر دیتے ہیں، یا اس کی مانگی ہوئی چیز کے بقدر دنیا میں کوئی مصیبت اس سے ٹال دیتے ہیں“۔ (مرقاۃ المفاتیح ۱۶/۴) یعنی بندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگتا ہے اور تقدیر میں اس چیز کا اسے دیا جانا لکھا گیا ہے تو اسے دے دی جاتی ہے، اگر تقدیر میں لکھا نہیں گیا ہے تو جس قدر چیز اس نے مانگی ہے اس قدر اس سے آفتیں ٹال دی جاتی ہیں، مثلاً کسی بندہ نے اللہ تعالیٰ سے ایک لاکھ روپئے مانگے، اگر تقدیر میں اُسے ایک لاکھ روپئے دیا جانا لکھا گیا ہے تو اُسے دیدئے جاتے ہیں، اگر نہیں لکھا گیا ہے تو دنیا میں ایک لاکھ کے بقدر کوئی نقصان ہونے والا تھا، مثلاً گھر کی کوئی چیز ضائع ہونے والی تھی یا کوئی بیمار ہونے والا تھا جس کے علاج میں ایک لاکھ روپئے خرچ ہونے والے تھے، تو اللہ تعالیٰ بیماری سے محفوظ کر دیتے ہیں۔ اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ سے مانگنا بے فائدہ نہیں ہے، یہ اور بات ہے کہ ہم اُس فائدہ کو محسوس نہیں کرتے ہیں، ہمیں کیا پتہ کہ ہماری دعاؤں سے کتنی بلائیں آنے والی ہوتی ہیں اور وہ ٹل جاتی ہیں، بڑے بڑے حادثات ہوتے ہوتے رہ جاتے ہیں اور حادثات ہوتے بھی ہیں تو ہم بال بال بچ جاتے ہیں، یہ سب دعاؤں کا اثر ہے۔

دعاء کی فضیلت میں بہت سی اَحادیث وارد ہیں، سوال یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کتنا مانگتے ہیں؟ پریشانی کے موقع پر ہم پوری طرح خلوص کے ساتھ یقین کے ساتھ نہیں مانگتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پریشانی ہم پر سے نہیں ٹلتی، ہم عاملوں، کاہنوں، فال دیکھنے والوں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں، اِدھر اللہ کی ذات ہے کہ دینے کے لئے بُلا رہی ہے اور اُدھر ہم برابر غفلت اور بے توجہی برتے جارہے ہیں، حالات میں بگاڑ اور ملکی سطح پر فساد کی ایک وجہ جہاں ہماری بدعملی ہے، وہیں ہمارا اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگنا اور اس سے بے تعلق ہوجانا بھی ہے، گھنٹوں گھنٹوں سرکاری نمائندوں کی دہلیز پر ہم فارم اور پرچیاں لئے کھڑے رہتے ہیں، مگر اللہ کے دربار میں باخلاص دو رکعت نماز پڑھ کر دعاء مانگنے کے لئے ہم تیار نہیں، گھریلو جھگڑوں پر ہمارے خیال میں فوراً یہ بات آتی ہے کہ کسی نے جادو کرادیا ہے مگر ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس سلسلہ میں مانگا ہی نہیں، تو گھر میں چین وسکون کے آنے، کاروبار میں ترقی ہونے، ملکی سطح پر آنے والی پریشانیوں کے حل ہونے، اولاد کے فرمانبردار ہونے، مال میں برکت کے آنے، صحت میں برکت، میاں بیوی کے جھگڑوں سے نجات غرض ہر پریشانی کے حل کے لئے بندہ اگر اللہ تعالیٰ سے رجوع ہو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اپنے مسائل کے حل کے لئے دعائیں کرے تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ حالات میں بہتری آئے گی، ہماری پریشانیاں دور ہونگی، اوروں کے سامنے ذلیل ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصور پوری

عدت کی پابندیاں

معتدہ گھر سے باہر نہ نکلے

اگر دورانِ عدت نان نفقہ کا انتظام ہو، تو کسی بھی قسم کی معتدہ کے لئے دورانِ عدت گھر سے باہر جانا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر نان نفقہ کا انتظام نہ ہو (مثلاً معتدۂ وفات بے سہارا ہو، یا معتدۂ طلاق کا نفقہ شوہر نہ اُٹھائے، اور کوئی دوسرا متبادل نظم بھی نہ ہو) تو ایسی معتدہ عورتیں دن کے وقت کسب معاش کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہیں؛ لیکن رات واپس آکر گھر میں گذارنا ضروری ہے۔

ولا تخرجُ معتدة رجعي وبائن بأي فرقةٍ كانت الخ، لو حرةً الخ، مكلفةً من بيتها أصلاً لا ليلاً ولا نهارًا، ولا إلىٰ صحن دارٍ فيها منازل لغيره ولو بإذنه؛ لأنه حق الله تعالىٰ الخ، ومعتدة موتٍ تخرج في الجديدين وتبيتُ أكثر الليل في منزلها؛ لأن نفقتها عليها، فتحتاج للخروج، حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقةِ، فلا يحل لها الخروج، فتح. (الدر المختار، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۵/۲۲۳-۲۲۵ زكريا)

وأما الخروج للضرورة فلا فرق فيه بينهما كما نصُّوا عليه فيما يأتي الخ. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۵/۲۲۵ زكريا)

قال في الفتح: والحق علىٰ أن المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع، فإن علم في واقعةٍ عجز هٰذه المختلعةُ عن المعيشة إن لم تخرج، أفتأها بالحلِّ وإن علم قدرتَها أفتأها بالحرمة، وأقره في النهر والشرنبلالية. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۵/۲۲۳ زكريا)

معتدۂ وفات کا جائیداد کی دیکھ بھال وغیرہ کے لئے گھر سے باہر نکلنا

معتدۂ وفات اپنے کاروبار اور جائیداد وغیرہ کی نگرانی کے لئے دورانِ عدت دن کے اَوقات میں گھر سے باہر جاسکتی ہے؛ البتہ ضرورت پوری ہونے پر فوراً واپس آجائے، بلاوجہ گھر سے باہر نہ رہے۔

وجـوّز في القنية خروجها لإصلاح ما لا بد لها منهُ، كزراعةٍ ولا وكيل لها. (الدر المختار، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۲۵/۵ زكريا)

قـال فـي الـفتـح: والـحـاصل أن مدار حل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة، فيتـقدر بقدرهٖ فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذٰلک صرف الزمان خارج بيتها. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۲۵/۵ زكريا)

معتدہ کس گھر میں عدت گذارے گی؟

شوہر کے طلاق دینے یا وفات پانے سے پہلے عورت جس گھر میں رہ رہی ہو (خواہ وہ شوہر کی ملکیت ہو یا نہ ہو) اُسی گھر میں عدت گذارنا اُس پر لازم ہے۔ (الا یہ کہ کوئی عذر ہو)

وتـعتدان أي معتدة طـلاق ومـوتٍ فـي بيـت وجبـت فيه (الدر المختار) هو ما يـضاف إليه بالسكنىٰ قبل الفرقة، ولو غير بيت الزوج، كما مرَّ آنفًا. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۲۵/۵ زكريا)

طلاق یا موت کے وقت عورت گھر سے باہر ہو تو کیا کرے؟

اگر طلاق کے وقت یا شوہر کے اِنتقال کے وقت عورت گھر کے علاوہ کسی اور جگہ ہو، تو اُسے چاہئے کہ خبر ملتے ہی فوراً گھر واپس آجائے۔ (بلا عذر گھر سے باہر عدت نہ گذارے)

طلِّقت أو ماتَ وهي زائرةٌ في غير مسكنِها عادت إليه فورًا، لوجوبهٖ عليها. (الدر المختار، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۲۵/۵ زكريا)

کن اَعذار کی وجہ سے دوسرے گھر میں عدت گذارنے کی اِجازت ہے؟

درج ذیل صورتوں میں معتدہ دوسری جگہ عدت گذار سکتی ہے:

(۱) شوہر ظلماً مطلقہ کو گھر سے باہر کردے۔

(۲) کرایہ کا گھر ہو، اور کرایہ اَدا نہ کرنے کی وجہ سے مالکِ مکان گھر سے باہر کردے۔

(۳) شوہر کا اِنتقال ہوگیا ہو، اور عورت کا حصہ وراثت اِتنا نہ ہو کہ اُس کے لئے الگ کمرہ کا انتظام

ہوسکے، اور دیگر وارثین اُسے ساتھ رکھنے پر آمادہ نہ ہوں۔

(۴) گھر ڈھا جائے، یا اِتنا بوسیدہ ہوکہ ڈھائے جانے کا اَندیشہ ہو۔

(۵) گھر اِتنا غیر محفوظ ہوکہ اُس کا مال ضائع ہونے کا اَندیشہ ہو۔

(۶) گھر میں معتدہ اکیلی ہو، جس کی وجہ سے اُسے وحشت ہوتی ہو۔

(۷) گھر میں نامحرموں سے پردہ کا معقول انتظام نہ ہو، اور عورت کو فتنہ کا اَندیشہ ہو۔

یا اِس طرح کے کسی عذر کی وجہ سے معتدہ دوسری قریبی مناسب اور محفوظ جگہ عدت گذار سکتی ہے۔ معتدۂ طلاق کے لئے شوہر پر لازم ہے کہ وہ متبادل معقول انتظام کرے، اور اگر شوہر انتظام نہ کرے، یا معتدۂ وفات ہو، تو وہ اپنے طور پر اِنتظام کرسکتی ہے۔

ولا يخرجان منه إلا أن تُخرجَ أو ينهدمَ المنزلُ أو تَخافُ انهدامَه أو تلف مالِها أو لا تجد كراء البيتِ، ونحو ذٰلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه. وفي الطلاق إلىٰ حيث شاء الزوج. (الدر المختار، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ٥/٢٢٥-٢٢٦ زكريا)

وشمل إخراج الزوج ظلمًا أو صاحبُ المنزل لعدم قدرتها على الكراء، أو الوارث إذا كان نصيبها من البيت لا يكفيها الخ. ونحو ذٰلك منه ما في الظهيرية: لو خافت بالليل من أمر الميت والموت، ولا أحد معها، لها التحولُ والخوف شديدًا، وإلا فلا الخ. وتعيين المنزل الثاني للزوج في الطلاق، ولها في الوفاة، فتح. وكذا إذا طلقها وهو غائبٌ فالتعيين لها ...... الخ.

وحكم ما انتقلت إليه حكم المسكن الأصلي فلا تخرج منه ...... الخ.

لٰكن رأيت في كافي الحاكم ما نصه: وإذا طلقها زوجُها وليس لها إلا بيتٌ واحدٌ، فينبغي أن يجعل بينه وبينها حجابًا، وكذٰلك في الوفاة إذا كان له أولادٌ رجالٌ من غيرها، فاجعلوا بينهم وبينها سِترًا أقامت، وإلا انتقلت، وأنت خبيرٌ بأن هٰذا نصُّ ظاهر الرواية، فوجب المصير إليه. ولعلّ وجهه خشية الفتنة، حيث كانوا معها رجالاً في بيتٍ واحدٍ ...... الخ. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ٥/٢٢٥-٢٢٦ زكريا)

دورانِ سفر طلاق یا موت کا واقعہ پیش آئے تو کیا کرے؟

اگر عورت کو سفر کے دوران طلاق دی جائے، یا دورانِ سفر اُس کو شوہر کے اِنتقال کی اِطلاع ملے، اور اُس کا گھر مسافتِ سفر (تقریباً ۸۳ رکلومیٹر) کے اندر اندر ہو، تو اُس پر فوراً گھر واپس لوٹنا ضروری ہے، اور اگر گھر مسافتِ سفر سے دور فاصلہ پر ہو، تو اگر اَمن واطمینان کے ساتھ بآسانی دوسرے شہر میں قیام ممکن ہو، تو وہاں بھی عدت گذار سکتی ہے۔ ورنہ واپس بحفاظت گھر لوٹ کر عدت گذارے۔

أبانها أو مات عنها في سفرٍ ولو في مصرٍ، وليس بينها وبين مصرها مدةُ سفرٍ رجعتُ، ولو بين مصرها مدتُه وبين مقصدِها أقل مضت، وإن كانت تلك أي مدة السفر من كل جانب منهما ...... الخ، فإن كانت في مفازة خُيِّرتُ ...... الخ، أو كانت في مصرٍ أو قريةٍ تصلح للإقامة تعتدُّ ثمه. (الدر المختار) بأن تأمن فيها علىٰ نفسها ومالها وتجد ما تحتاجه. (شامي مع الدر المختار، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۵/۲۲۷-۲۲۹ زكريا)

حج کی منظوری آنے کے بعد سفر سے پہلے عدت پیش آ جائے؟

اگر عورت نے حج کے سفر کا اِرادہ کیا تھا، اور ویزا وغیرہ لگ کر منظوری بھی آ چکی تھی؛ لیکن ابھی سفر شروع نہیں کیا تھا کہ شوہر کی وفات ہوگئی یا شوہر نے اُسے طلاق دے دی، تو عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنا سفرِ حج ملتوی کردے اور گھر میں رہ کر عدت گذارے۔ (اور اگر عدت کے زمانہ میں سفر کر کے حج کرے گی تو حج ادا تو ہوجائے گا؛ لیکن گنہگار رہوگی)۔

عن سعيد بن المسيب أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان يرد المتوفى عنه أزواجهن من البيداء، يمنعهن الحج. (الموطأ لإمام مالك، كتاب الطلاق / باب مقام المتوفى عنها زوجها في بيتها حتى تحل ۳۷۷ رقم: ۸۸، شرح معاني الآثار ۲/۴۴۵ رقم: ۴۴۸۲)

عن مجاهد أن عمر وعثمان ردّا نسوة حاجّاتٍ ومعتمراتٍ، حتى اعتددن في بيوتهن. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الحج / من كره لها أن تحج في عدتها ۸/۵۰۴ رقم: ۱۴۶۷)

فلو كانت معتدة عند خروج أهل بلدها لا يجب عليها الخ، فإن حجت وهي في العدة جازت بالاتفاق وكانت عاصية الخ. (غنية الناسك ۲۹، انوار مناسك ۱۸۱)

ومع عدم عدة عليها مطلقاً، أية عدة كانت......، وفي الشامي: فلا يجب عليها الحج إذا وجدت. (شامي ٤٦٥/٢ كراچی، شامي ٤٦٥/٣-٤٦٦ زكريا)

المعتدة لا تسافر لحج. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥٠٣/٥ زكريا)

والشرط الثاني: أن تكون خالية عن العدة عدة وفاة كانت أو عدة طلاق.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٤٧٥/٣ زكريا)

سفرِ حج شروع کرنے کے بعد طلاقِ رجعی دی گئی اور شوہر ساتھ ہے

اگر عورت شوہر کے ساتھ حج کے سفر میں جارہی تھی، اِسی دوران شوہر نے اُسے طلاقِ رجعی دے دی، تو اُس پر لازم ہے کہ شوہر کے ساتھ ہی رہے، خواہ شوہر واپس وطن لوٹ آئے یا حج کے لئے جائے، اور شوہر کے لئے اَفضل یہ ہے کہ وہ رجعت کرلے۔

فإن لزمتها في السفر فإن كان الطلاق رجعيًا تبعت زوجها رجع أو مضى، ولا يفارقها زوجها، والأفضل أن يراجعها. (غنية الناسك ٢٩-٣٠)

سفرِ حج شروع کرنے کے بعد طلاقِ بائن دی گئی یا شوہر کی وفات کی اطلاع ملی

اگر عورت سفرِ حج کے لئے روانہ ہوچکی تھی کہ اُسے طلاقِ بائن دی گئی، یا شوہر کی وفات کی اطلاع ملی، تو اُس میں درج ذیل صورتوں کے الگ الگ احکام ہوں گے:

الف:- اگر گھر سے روانہ ہوئی اور ایئر پورٹ اُس کے گھر سے مسافتِ سفر سے کم ہے، اِسی درمیان عدت کی صورت پیش آگئی، تو اُس پر لازم ہے کہ وہ گھر واپس آکر عدت گذارے، اور سفرِ حج ملتوی کردے۔

أو بائنًا فإن كان إلى كل من بلدها ومكة أقل من مدة السفر تخير، أو إلى أحدها سفر دون الآخر تعين أن تصير إلى الآخر. (غنية الناسك ٢٩)

ب:- اور اگر ایئر پورٹ اُس کے وطن سے مسافت سفر سے زائد ہے، اور وہ ایئر پورٹ پہنچ چکی ہے، تو ایسی صورت میں اگر محرم ساتھ نہ ہو تو اُسے واپس لوٹ آنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی اور محرم ساتھ جارہا ہو تب بھی اَولیٰ یہی ہے کہ وہ حج کو مؤخر کرکے وطن لوٹ آئے؛ تاہم اگر محرم کے ساتھ سفر جاری رکھے، تو بعض فقہی روایات سے اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

وفي منسک الفارسي وإن كان كل واحد من الطرفين سفرًا، فان كانت في المفازة مضت إن شائت، أو رجعت بمحرم أو بغير محرم والرجوع أولیٰ. (غنية الناسك ٣٠)

ج:- اگر ایئر پورٹ سے روانہ ہونے کے بعد یا سعودیہ پہنچنے کے بعد عدت واجب ہوئی اور وہاں عدت گذارنے کی کوئی صورت نہیں ہے (یعنی وہاں جدہ وغیرہ میں کوئی ایسا رشتہ دار نہیں جس کے یہاں رہ کر وہ عدت کا زمانہ گذار سکے، یا مزید ویزا ملنے کا امکان نہیں ہے) تو چوں کہ قافلہ اور گروپ سے ہٹ کر عام طور پر کسی عورت کا تنہا قیام کرنا سخت مشکل ہے؛ اِس لئے ایسی معتدہ عورت کو چاہئے کہ وہ ساتھیوں کے ساتھ رہ کر مناسک حج ادا کرے، اور عدت کی دیگر پابندیوں مثلاً قیام گاہ سے بے ضرورت باہر نکلنے اور زیورات کا استعمال وغیرہ سے احتراز کرتی رہے۔

أو كل منهما سفر فإن كانت في مصرٍ استقرت فيه إلى أن تنقضي عدتها ولا تخرج الخ، وإن كانت في قريةٍ أو مفازةٍ لا تأمن على نفسها ومالها فلها أن تمضي إلى موضع اٰمنٍ الخ. (غنية الناسك ٢٩-٣٠، الدر المختار مع الشامي ٤٦٦/٣ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ٤٧٥/٣-٤٧٦ زكريا، بدائع الصنائع ٣٠١/٢ زكريا، فتح القدير ٤٢٦/٢)

معتدہ کے لئے کن لوگوں سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

عورت کے لئے نامحرموں سے پردہ کرنا ہر حالت میں ضروری ہے، خواہ وہ عدت میں ہو یا نہ ہو، صرف عدت میں پردہ کرنے کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ (بعض لوگ صرف عدت میں پردہ کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ نادانی کی بات ہے)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور، جزء آيت: ٣١]

وقال وتعالیٰ: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ، ذٰلِکَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ [الأحزاب: ٥٩]

قال أبوبكر: في هٰذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن. (أحكام

القرآن للجصاص ۳۷۲/۳ لاهور)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. والمعنى تمنع من الكشف بخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة؛ لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة. (الدر المختار مع الشامي / باب شروط الصلاة، مطلب: في ستر العورة ۷۹/۲ زكريا)

لا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى سائر بدنها إلا الوجه والكفين. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان / حكم الأجنبيات الحرائر ۲۹۳/٤ زكريا، كذا في الهندية ۳۲۹/٥ زكريا، مجمع الأنهر / الكراهية ۲۰۲/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

دورانِ عدت شوہر سے پردہ کا حکم

اگر طلاقِ رجعی دی گئی ہے، اور رجعت کی اُمید ہے تو شوہر سے پردہ کا حکم نہیں ہے۔ اور اگر طلاقِ بائن یا مغلظہ دی گئی ہے، تو ایسی صورت میں شوہر سے پردہ لازم ہے۔ اگر وہ دونوں ایک گھر میں رہتے ہیں، اور شوہر کی طرف سے بے احتیاطی کا اندیشہ ہے، تو اُن کے ساتھ کوئی ایسی عورت رہنی چاہئے جو دونوں کے درمیان میل ملاپ روکنے پر قادر ہو۔

عن ابن جريج قال: قلت لعطاء: الرجل يطلق المرأة فلا يبتها، أيستأذن؟ قال: لا، ولكن يستأنس، وتحذر هي، وتشوف له، فإن كان له بيتان، فيجعلها في أحدهما، وإن لم يكن له إلا بيت واحد، فليجعل بينه وبينها سترًا. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب استأذن عليها ولم يبتها ۳۲٤/٦ رقم: ۱۱۰۲۷)

وفي الطلاق إلى حيث شاء الزوج ...... ولا بد من سترة بينهما لئلا يختلي بالأجنبية ...... أو كان الزوج فاسقًا فخروجه أولىٰ؛ لأن مكثها واجب لا مكثه، وحسن أن يجعل القاضي بينهما امرأة ثقة قادرة على الحيلولة بينهما. وفي المجتبى: الأفضل الحيلولة بستر، ولو فاسقاً فبامرأة. (الدر المختار مع الشامي ۲۲٦/٥-۲۲۷ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۲٤٥/٥ رقم: ۷۷٦۷ زكريا)

□□□

ذکرِ رفتگاں/ گوشۂ وفیات:

محمد سلمان منصورپوری

نمونۂ سلف، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری نوراللہ مرقدہٗ سے

وابستہ چند یادیں

جامعہ مظاہرعلوم سہارن پور کے جلیل القدر شیخ الحدیث، برکۃ العصر حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ کے منظورِ نظر اور علمی جانشین، عالم اِسلام کے عظیم محدث، دورِ حاضر میں فنِ حدیث شریف میں سند کی حیثیت رکھنے والے بلند مرتبہ عالم دین، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری نوراللہ مرقدہٗ مؤرخہ ۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء مطابق ۱۶/ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ بروز منگل صبح ساڑھے نو بجے رحلت فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اُسی دن بعد نمازِ عصر مخدومِ گرامی حضرت اَقدس مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی زید مجدہم کی اقتداء میں آپ کی نمازِ جنازہ اَدا کی گئی، جس میں اَطراف واَکناف کے ہزارہا ہزار علماء، طلبہ اور عوام وخواص شریک تھے، جو نم آنکھوں سے آپ کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے تھے۔ کمال شاہ کے وسیع قبرستان میں بزرگوں کے جلو میں مغرب سے قبل آپ کو سپردِ خاک کیا گیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت موصوف اِس دور میں سلفِ صالحین کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ ورع وتقویٰ، زہد وقناعت اور اِنابت الی اللہ میں ممتاز مقام پر فائز تھے۔ علومِ حدیث پر نہایت گہری نظر تھی، سیکڑوں راویوں کے نام اور متنِ حدیث کی تشریح کے متعلق شارحین کے بے شمار اَقوال نوکِ زبان تھے۔ آپ نے تدریس ومطالعہ ہی کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا، اور دنیا کے سب علائق سے آزاد ہوکر صرف علمی مشاغل میں ہی اپنی زندگی گذاردی، اور بچپن ہی سے ضعف اور بیماریوں میں مبتلا رہنے کے باوجود تادمِ آخر علمی فیض رسانی میں مشغول رہے۔

آپ کی ولادت ۲۵/ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء بروز دوشنبہ ہوئی، اصل وطن کھیتا سرائے مانی کلاں ضلع جون پور یوپی ہے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی، اُس کے بعد ۱۳/ سال کی عمر میں مدرسہ ''ضیاء العلوم'' مانی کلاں میں داخل ہوئے، اور فارسی سے لے کر نورالانوار تک تعلیم حاصل کی، جہاں حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اور بعد میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کی خصوصی

توجہات حاصل رہیں۔ ۱۳۷۷ھ میں مظاہرعلوم سہارن پور میں داخل ہوئے، اور ۱۳۸۰ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت ہوئی، ۱۳۸۱ھ میں مظاہرعلوم میں معین مدرس مقرر ہوئے، ۱۳۸۸ھ میں کل ۳۳/سال کی عمر میں شیخ الحدیث بنائے گئے، اور تادمِ آخر مسلسل پچاس سال اِس منصب پر فائز رہے۔ ۱۳۸۷ھ میں جب پہلی مرتبہ آپ نے دورۂ حدیث شریف کی کتاب پڑھائی تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے آپ کے نام ایک رقعہ لکھا تھا جو شیخ کی طرف سے آپ پر اعتماد کی کھلی نشانی ہے، بطور برکت اِس رقعہ کا مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے:''

ابھی کم سن ہیں وہ کیا عشق کی بات جانیں
عرضِ حالِ دلِ بے تاب کو شکوہ سمجھے

ابھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے، اور اِس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے، اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے، اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے، تو اِن شاء اللہ مجھ سے آگے ہوگے''۔ فقط

زکریا ۲۴/رجب ۱۳۸۷ھ

اِس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں، چالیس سال بعد پڑھیں''۔

آپ کے کثرتِ مطالعہ اور علمی گیرائی کی بنا پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اکثر علمی وتحقیقی سوالات آپ کے سپرد فرماتے تھے، اور آپ پوری تحقیق سے اُن کے حوالجات تحریر فرماتے تھے۔ اسی طرح ملک وبیرونِ ملک کے محقق علماء آپ سے رجوع فرما کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ اِس طرح کے قیمتی اِفادات کا بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا، جو اَب ''نوادرالفقہ'' اور ''نوادرالحدیث'' اور ''الیواقیت الغالیہ'' کے نام سے شائع ہوگیا ہے، جب کہ بخاری شریف کے حواشی ''نبراس الساری'' کے نام سے شائع ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ جلد تکمیل کے اسباب مہیا فرمائیں، آمین۔

آپ اگرچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے بیعت ہوئے تھے؛ لیکن اولاً حضرت اَقدس مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور نے آپ کو خلافت واجازت سے نوازا، اور بعد میں حضرت شیخ نے بھی اجازت مرحمت فرمائی، چناں چہ آپ نے اِس سلسلہ کو جاری رکھا اور ملک وبیرونِ ملک تک آپ کے متوسلین کا حلقہ وسیع تھا۔

ہم لوگ جب دیوبند میں زیرِ تعلیم تھے تو چھتہ مسجد میں حضرت فقیہ الامتؒ کی مجلس میں کبھی کبھار آپ

تشریف لاتے، علمی گفتگو کا سلسلہ ہوتا، حضرت کی نازک مزاجی مشہور تھی، اِس لئے ہم جیسوں کو بات کرنے کی بھی ہمت نہ ہوتی، بس زیارت یا کبھی صرف مصافحہ پر اکتفاء کیا جاتا؛ تا آں کہ دورۂ حدیث شریف کے سال یعنی ۱۴۰۷ھ میں رجب کی آخری تاریخوں میں بعض قریبی اَحباب کے ساتھ آپ کے ''ختم مسلسلات'' میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، اُس وقت حضرت شیخ مظاہر علوم (دار قدیم) کے ایک چھوٹے سے کمرے میں مقیم تھے، اور متصل ''مسجد کلثومیہ'' میں نماز اَدا فرماتے تھے۔ ہم لوگ رات ہی میں سہارن پور پہنچ گئے تھے، نماز فجر کے بعد طلبہ کی بھیڑ میں حضرت سے مصافحہ ہوا، اور مسلسلات کی عبارت پڑھنے کی اِجازت لی، حضرت نے عمومی اِجازت دے دی۔ صبح اشراق کے بعد دار الحدیث قدیم میں درس شروع ہوا، تو اندازہ ہوا کہ یہاں عبارت پڑھنے کا انداز مختلف ہے، یعنی دیوبند میں تو ذرا ٹھہر ٹھہر کر رواں عبارت پڑھی جاتی ہے، جس میں کچھ ترنم بھی شامل ہوتا ہے، جب کہ یہاں وہی طالب علم شیخ کی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے جو تیز سے تیز تر عبارت پڑھے۔ بہرحال جیسا تیسا پڑھا گیا، عبارت خوانی میں حصہ لیا، درس کے دوران کبھی کبھی بے خودی میں حضرت ''الا اللہ'' کی ضرب لگاتے، تو ایک بجلی سی کوند جاتی تھی، پوری جلالتِ شان کے ساتھ درس مکمل ہوا، اور دعا کے لئے مخدومِ گرامی حضرت اَقدس مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے، یہ نورانی مجلس ختم ہوئی، اور ہم لوگ دیوبند واپس آگئے۔ بعد میں یہ خبر ملی کہ حضرت شیخ کو کسی نے ہمارے بارے میں خبر دی کہ وہ بھی شریکِ درس تھا، تو حضرت نے فرمایا کہ میں پہچان نہیں سکا اور بکمالِ شفقت یہ کہلوایا کہ اگلے سال احقر دوبارہ ختم مسلسلات میں شریک ہو، چناں چہ آئندہ سال بفضلہ تعالیٰ پھر حاضری ہوئی اور حضرت نے آگے بٹھا کر مسلسلات کی اکثر عبارت احقر سے پڑھوائی، فالحمد کلہ للہ۔

اُس کے بعد گاہے بگاہے سہارن پور خدمت میں حاضری ہوتی رہی، اور جب بھی حاضری ہوتی، نہایت بشاشت کا اظہار فرماتے، اور حسبِ حال قیمتی نصیحتوں سے نوازتے تھے، اور اکثر اپنی ابتدائی طالبِ علمی کے اَحوال خصوصاً اپنے مشفق اُستاذ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کے حالات بڑے ذوق وشوق سے سنایا کرتے تھے، اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا ذکر آجاتا تو طبعیت کھل جاتی، اور دیر تک آپ سے عقیدت ومحبت کا اظہار فرماتے رہتے تھے۔ اِسی دوران ایک مرتبہ مرادآباد تشریف آوری ہوئی، تو احقر کی درخواست پر مدرسہ شاہی میں بھی رونق افروز ہوئے، اور دعاؤں سے نوازا۔

اِدھر کئی سالوں سے حج کے سفر میں بھی زیارت وملاقات کا موقع ملتا تھا، متعدد مرتبہ دہلی سے ایک ہی جہاز سے سفر ہوا، اور مدینہ منورہ میں اکثر مجلس میں حاضری کی سعادت ملی، وہاں مسلسل عرب طلبہ وعلماء کا آپ

کے اِرد گرد اِجازتِ حدیث کے لئے جمگھٹا لگا رہتا تھا، اور دیارِ رسول میں بھی آپ کا علمی فیض جاری رہتا تھا۔

تین سال قبل جب منیٰ میں حادثہ پیش آیا تو حج کے بعد آپ مکہ معظّمہ میں ''زمزم ٹاور'' میں مقیم تھے، احقر حاضر خدمت ہوا، تو توجہ سے حادثہ کا پورا حال سنا، پھر فرمایا کہ: ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفتی محمد فاروق صاحبؒ تو چلے گئے، اَب واپس نہ آئیں گے''۔ پھر شفقت سے فرمایا: ''تو کیوں واپس آ گیا، تو کیوں نہ چلا گیا؟''۔ حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ کے بارے میں آپ نے جو فرمایا تھا، وہ بعد میں سچ ثابت ہوا، اور چند دن کے بعد اُن کی وفات کی تصدیق ہوگئی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

بعد میں ایک ملاقات پر حضرت امام بخاریؒ کی ایک نایاب کتاب ''برالوالدین'' مرحمت فرمائی، اور فرمایا کہ: ''اِس کا میرے پاس صرف ایک نسخہ ہے، تو اِس کا فوٹو کرا کے اپنے پاس رکھ لے''۔ چناں چہ حکم کی تعمیل کی گئی اور مذکورہ کتاب کا عکسی نسخہ حضرت کی یادگار کے طور پر احقر کے پاس موجود ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ: ''دو چیزیں اِنسان کو ہدایت پر قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں: (۱) علم صحیح (۲) صحبت صالح''۔

ایک موقع پر نصیحت فرمائی کہ: ''اپنے قلم اور زبان کو حتی الامکان محفوظ رکھنا''۔

گذشتہ سال احقر حاضر ہوا، اپنی تالیف ''ایک جامع قرآنی وعظ'' پیش کی تو فرمایا: ''دیکھ سلمان! سن لے! اَب میں نے اُردو کی کتابیں پڑھنی بالکل چھوڑ دی ہیں، اَب میری عمر بہت کم رہ گئی ہے، اَب میں چاہتا ہوں کہ قرآنِ کریم اور حدیث شریف کے علاوہ کچھ نہ پڑھوں''۔

آپ چوں کہ فقہ سے زیادہ حدیث میں اشتغال رکھتے تھے، اِس لئے قدرتی طور پر آپ فکر وعمل میں توسع کی طرف راغب تھے، اور عموماً درس اور ذاتی گفتگو میں بھی آپ کا یہ رنگ جھلکتا تھا؛ لیکن اِس بارے میں کسی تفرقہ بازی یا فتنہ انگیزی سے آپ کوسوں دور تھے۔ اکثر احقر جب حاضر ہوتا تو فرماتے: ''یہ آ گیا حنفیہ کا مفتی......'' کبھی فرماتے: ''دیکھ سلمان! ہم سے دوستی رکھنی ہے تو محمدی بن جا''، احقر دبی زبان سے عرض کرتا کہ: ''حضرت! اجتہاد تو آپ جیسے حضرات کی شان ہے، ہم اِس لائق کہاں؟''۔

اِس مرتبہ (۱۴۳۷ھ میں) ایک دلچسپ واقعہ یہ پیش آیا کہ حج کے بعد مدینہ منورہ میں آپ حرم کے قریب ''بن لادن کی عمارت'' میں مقیم تھے، ایک دن ظہر کے بعد احقر حاضر ہوا، تو آپ کی مجلس میں مسجد نبوی کے ایک مؤذن، بعض عرب علماء اور ایک فلسطینی شامی عالم بھی موجود تھے، حضرت نے عربی میں اُن حضرات سے احقر کا تعارف کرایا کہ: ''یہ حضرت مدنیؒ کا نواسہ ہے، اور اِسے مضمون لکھنے کا بھی خاص سلیقہ ہے، وغیرہ''۔ پھر فرمایا: ''مگر اِس میں ایک ہی خرابی ہے کہ یہ پکا حنفی ہے۔ اور میرا طریق تو یہ ہے کہ میں براہِ راست ظاہر

حدیث پر عمل کرتا ہوں......الخ‘‘۔ حضرت کی اِس گفتگو پر مجلس میں موجود عرب علماء بڑے محظوظ ہوئے، اور خوب تائید کی، احقر اَدباً خاموش تھا، اور جواب عرض کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی؟ اِسی درمیان فلسطینی عالم جو احقر کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے، اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، پھر اُنہوں نے بڑی مدلل اور جامع گفتگو کی، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ: ’’ہم جیسے طالبِ علم جن کو ناسخ ومنسوخ، راجح ومرجوح، صحیح وضعیف کا کچھ اَتہ پتہ نہیں ہے، اگر آپ اُنہیں اِس طرح اپنے طور پر ظاہر حدیث پر عمل کرنے کی ترغیب دیں گے تو پھر دین تو اَناڑیوں کے ہاتھ میں مذاق اور کھلونا بن کر رہ جائے گا، ہر ایک تو آپ جیسا مخلص، محقق اور مجتہد ہو نہیں سکتا؛ لہٰذا عام آدمیوں کے لئے تو تقلید کے بنا چارۂ کار ہی نہیں ہے‘‘۔ اُن عالم صاحب کی گفتگو سن کر حضرت مسکراتے رہے، اور کوئی ردوقدح نہیں فرمائی، بعد میں مذکورہ عالم صاحب نے احقر سے فرمایا کہ: ’’میں نے تمہاری طرف سے ترجمانی کا فریضہ انجام دیا ہے‘‘۔ جس پر احقر نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔

اسی سفر میں اپنی سب اَسانید کی قراءت کے بعد تحریری اِجازت بھی مرحمت فرمائی، جو احقر کے پاس محفوظ ہے۔ فالحمد کلہ للہ۔

وفات سے چند روز قبل سہارن پور حاضری ہوئی، برادرِ عزیز مولوی مفتی محمد عفان سلمہ اور بچے بھی ساتھ تھے، مغرب کے بعد اَوابین میں مشغول تھے، فراغت کے بعد متوجہ ہوئے اور بڑی بشاشت سے دیر تک گفتگو فرماتے رہے، اِسی دوران فرمایا کہ: ’’تیرا اَصل میدان ’’علم وفتاویٰ‘‘ ہے تجھے کسی اور جانب زیادہ توجہ نہیں ہونی چاہئے‘‘۔ اور فرمایا کہ: ’’تم میرے فتاویٰ (علمی وتحقیقی سوال وجواب جو ’’نوادر الفقہ‘‘ اور ’’نوادر الحدیث‘‘ کے نام سے شائع شدہ ہیں) پر ضرور نظر ڈال لینا‘‘۔

اور چلتے ہوئے خلافِ معمول یہ فرمایا کہ: ’’میں نے کبھی کچھ کہہ سن دیا ہو تو معاف کرنا‘‘۔ یہ حضرت کی آخری زیارت تھی، اس کے چند روز کے بعد وفات کی جانکاہ خبر ملی۔ دوپہر میں مرادآباد سے روانہ ہوکر شام کو ساڑھے چار بجے سہارن پور پہنچے، دارالحدیث (دارِ جدید) کے دالان میں جنازہ رکھا ہوا تھا، پر رونق چہرہ نورِ ایمانی سے دمک رہا تھا، زیارت کے لئے پروانوں کا ہجوم تھا، دور تک لائن لگی ہوئی تھی، عصر ہوتے ہوتے مجمع بے قابو ہوگیا، جدھر دیکھتے: اِنسانوں کا ایک سمندر نظر آتا تھا، تقریباً ایک گھنٹہ میں قبرستان کا ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے ہوا، اور مغرب سے آدھا گھنٹہ قبل نماز جنازہ ادا کی گئی، بعد اَزاں تدفین ہوئی، مجمع کی کثرت کی وجہ سے دیر رات تک مٹی دی جاتی رہی۔ بلاشبہ آپ کی وفات سے ایک زریں عہد کا خاتمہ ہوگیا، آپ اَکابر کے سلسلہ کے ایک یادگار فرد تھے، ہمارے طبقہ میں آپ کی وفات سے پیدا شدہ خلا آسانی سے پُر نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بے حد بلند فرمائیں، اور آپ کی حسنات کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں، اور اُمت کو آپ کے نعم البدل سے نوازیں، آمین۔

□□□

ذکرِ رفتگاں:

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

بروفات حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

محمد عفان منصور پوری خادم جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ

محدث دوراں، اپنے فن کے امام، عالم بے بدل اور صحیح معنوں میں فنافی العلم حضرت اَقدس شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نوراللہ مرقدہٗ و برداللہ مضجعہ نظام قدرت کے مطابق ہزار ہا ہزار تشنگانِ علوم کو اپنے چشمۂ فیاض سے سیراب کرنے کے بعد ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل اپنے رب سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں شریک علماء وعوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حضرت شیخ کے مقبول عنداللہ وعندالناس ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ ماضی قریب میں حضرت فدائے ملت علیہ الرحمہ کے بعد سب سے زیادہ مجمع شیخ کے جنازے میں ہی دیکھنے کو ملا۔

واقعہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کو رضاء الٰہی کے حصول کی خاطر تج دیتا ہے پروردگار بھی اس کو ایسا چمکاتا ہے کہ دنیا رشک کرتی رہ جاتی ہے۔ آپ نے تحصیل علم اور پھر تبلیغ وتشریح دین کے لیے اپنے آپ کو ایسا وقف کیا کہ پھر دوسری چیزوں کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا، جب بھی آپ کے حجرے میں جانے کا اتفاق ہوا مطالعہ میں منہمک، کتابوں پر جھکے ہوئے، کچھ لکھتے ہوئے، لکھاتے ہوئے یا علمی گفتگو کرتے ہوئے پایا۔ زبان حال سے آپ یہی کہتے رہے:

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا ❖ مریں گے ہم کتابوں میں ورق ہوگا کفن اپنا

خلاقِ عالم نے آپ کو ایک ایسی پُرکشش، بارعب اور جاذبِ نظر شخصیت کا حامل بنایا تھا کہ جو دیکھے دیکھتا ہی رہ جائے، شناسا اور جان پہچان کے لوگ تو مرعوب اور متأثر ہوتے ہی تھے، اَنجان لوگوں کی نگاہ بھی جب چہرہ پر پڑتی تو ایک دوسرے کی جانب سوالیہ نگاہ ڈالتے اور معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ یہ ذات والاصفات کون ہیں؟ زیارت وملاقات کرکے دعا لینا اپنے لیے سعادت تصور کرتے۔

علمی قابلیت، تدریسی لیاقت، تحقیقی صلاحیت اور عملی مقبولیت آپ کی مسلم تھی، مزاجاً اگرچہ بالکل نرالے، بہت نازک اور صاف گو واقع ہوئے تھے، جو محسوس کرتے اُس کو فوراً بغرضِ اصلاح زبان پر لے آتے، چاہے

مخاطب کو اچھا لگے یا برا؛ لیکن اُن کا یہی انداز دوسروں سے ممتاز کرنے والا اور لوگوں کی گرویدگی کا سبب بن جاتا تھا۔

طالب علمی کے زمانے ہی سے حضرت شیخ کی خدمت میں گاہے بگاہے حاضری ہوتی رہتی، حد درجہ تعلق کا معاملہ فرماتے، بڑی بشاشت کے ساتھ گفتگو فرماتے، تنبیہ بھی کرتے اور نصیحتیں بھی فرماتے، ایک مرتبہ فرمایا: ''مطالعہ بڑی گہرائی و گیرائی کے ساتھ کیا کرو سرسری اور کام چلاؤ مطالعہ کا مزاج مت بناؤ ورنہ سہل پسندی کے عادی بن جاؤ گے۔''

ایک مرتبہ حاضری ہوئی معمول کے مطابق مطالعہ میں مشغول تھے، احقر سلام کر کے بیٹھ گیا، آپ نے ہلکے سے جواب دیا اور سر نیچے کئے کئے پوچھا کون؟ میں نے کہا: ''عفان'' کچھ دیر بعد سر اُٹھایا اور بہت تڑک کر بولے ''چل بدبودار کہیں کے'' کس نے تیرا یہ نام رکھا ہے۔ احقر سہم گیا اور عرض کیا حضرت! نام میں کیا خرابی ہے؟ فرمایا: ''جا! دیکھ لغت میں ''عفن'' مادہ کے کیا معنی ہیں؟ احقر نے عرض کیا: ''حضرت عفان میں تو ''الف نون'' زائد ہے، مادہ کا نہیں ہے۔ اس کا مادہ تو ''عفّ'' ہے جس کے معنی ''پاک دامنی'' کے ہیں۔ یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا ''اپنا نام صحیح کرنے کے لیے جس کو چاہو زائد مان لو''، پھر فرمایا: ''تیری تحقیق صحیح ہے میں تو دیکھ رہا تھا کہ تو اپنے نام کی حقیقت سے بھی واقف ہے یا نہیں''۔

۱۹۹۹ء میں ختم مسلسلات کے موقع پر مظاہر علوم جانا ہوا اور حضرت کے درس میں شرکت کا موقع ملا، احقر کی خوش نصیبی اور حضرت کی توجہ کہ شروع ہی میں فرمایا: ''چل عفان؛ تیز پڑھ'' پھر تو مسلسلات کا معتد بہ حصہ پڑھنے کا موقع ملا۔

اگلے سال پھر ملاقات ہوئی، فرمایا کہ اِس سال تو مسلسلات میں نہیں آیا، احقر نے عرض کیا: ''حضرت میں تو پچھلے سال پڑھ چکا'' تو خاموش ہو گئے۔ حضرت کے اس سوال کی وجہ سے آئندہ سال پھر ختم میں شرکت کے لیے حاضری ہوئی، تو غایت شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر عبارت خوانی کا حکم فرمایا۔

مدینہ منورہ میں ایک موقع پر حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، ساتھ کھانا کھایا، دیر تک بیٹھنا ہوا، چلتے وقت والد صاحب کو مخاطب کر کے احقر کے سلسلے میں فرمانے لگے ''اس احمق سے کہا تھا کہ ایک سال میرے پاس رہ لے، اس نے کوئی توجہ ہی نہیں دی۔''

کئی سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مسجد نبوی کے قدیم حصہ میں حضرت کے ساتھ نماز مغرب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ فرض سے فارغ ہونے کے بعد سنتوں میں قراءت طویل ہوگئی، سلام پھیرنے کے بعد حضرت شیخ نے پوچھا: ''اتنی دیر تک سنتوں میں تم نے کیا پڑھا؟'' میں نے عرض کیا: ''حضرت بالترتیب قرآن کی تلاوت کی۔''

فرمایا: ”سنتیں مختصر پڑھا کرو، فجر و مغرب کی سنتوں میں سورۂ کافرون، اور سورۂ اخلاص یا اس کے بقدر تلاوت بہتر ہے اور یہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول رہا ہے۔ ہاں! نوافل میں جتنی قراءت کرنا چاہو کرو کوئی تحدید نہیں ہے۔

تین سال پہلے کی بات ہے مسجد نبوی میں حضرت سے ملاقات ہوئی فرمایا: ”عشاء کے بعد میرے کمرے پہ آنا“ احقر نے پوچھا: ”حضرت کہاں قیام ہے؟“ آپ کے خادم مولانا یونس صاحب گجراتی نے پتہ بتادیا ”باب مجیدی“ کے سامنے ”بن لادن“ کی عمارت میں حضرت کا قیام تھا، احقر عشاء کے بعد قیام گاہ پہنچ گیا، بہت سے لوگ موجود تھے، کچھ عرب علماء بھی تھے جن سے حضرت بات چیت کررہے تھے، کچھ دیر میں وہ لوگ چلے گئے تو کھانے کے لیے دسترخوان لگایا گیا، اپنے قریب بٹھا کر کھلایا، بڑی خاطر مدارات کی، خدام لقمہ بنا بنا کر آپ کے منہ میں ڈال رہے تھے جو چیز پسند آتی فرماتے: ”اِس کی پلیٹ میں بھی نکالو“ کھانے کے بعد دیر تک روکے رکھا۔ احقر نے ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو فرمایا: ”کیا جلدی پڑی ہے، چلے جانا“ حضرت مدنی علیہ الرحمہ اور دیگر بزرگانِ دین اور اپنے ابتدائی اَساتذہ کے واقعات واَحوال سناتے رہے۔ جب نیند کا غلبہ ہونے لگا تو جانے کی اجازت دی۔ چلتے وقت بہت شاندار عطر کی بڑی شیشی اور کئی عربی کتب عنایت فرمائیں اور بڑی محبت سے ارشاد فرمایا ”روز آجایا کر“۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ سے عقیدت

بہت کم ایسا ہوا کہ شیخ کی خدمت میں جانا ہوا ہو اور آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا تذکرہ دیر تک بڑی والہانہ عقیدت کے ساتھ نہ کیا ہو۔

بارہا یہ فرمایا کہ سب سے پہلے جس شخصیت کی عظمت و بزرگی کی دھاک میرے دل پر بیٹھی وہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی شخصیت تھی۔ اپنے بچپن کے واقعات سنایا کرتے تھے کہ ہمارے علاقہ میں جب ایک مرتبہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ تشریف لائے تو پورا گاؤں اور آس پاس کا علاقہ حضرت کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑا، بڑا مجمع بیعت ہوا اور لوگوں کی گرویدگی اور فدائیت قابل دید تھی، مرد تو مرد عورتیں اور بچے بھی مسرور اور نئے کپڑوں میں ملبوس دکھائی دے رہے تھے، مانو عید کا سا سماں تھا، علاقہ کے لوگوں میں کسی شخصیت کی آمد پر یہ جوش وخروش ووارفتگی میں نے شعور سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ دیکھی تھی، اسی دن سے حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی عظمت کا سکہ ایسا بیٹھا کہ اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ ان واقعات کو ایسی محبت اور عقیدت کے ساتھ ذکر فرماتے کہ بارہا آواز بھرّا جاتی اور سننے والوں کی آنکھیں بھی بھیگ جاتیں۔

وفات سے ایک ہفتہ قبل ۹؍شوال ۱۴۳۸ھ بروز پیر بعد نمازِ مغرب برادر بزرگوار حضرت مولانا

مفتی محمد سلمان صاحب منصورپوری کی معیت میں مظاہر علوم سہارن پور میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، ضعف وکمزوری کے باوجود بڑے تپاک سے ملے، مختلف نصیحتیں فرمائیں، بڑے دلچسپ انداز میں اپنے اساتذہ اور حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے واقعات ذکر کیے۔ حسن اتفاق کہ احقر نے اس مجلس کی گفتگو کو ٹیپ کرلیا، جس کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

فرمایا: ''تمہارے نانا کی برکتیں بھی عجیب تھیں، میں گزر رہا تھا گجرات میں ایک گاؤں سے، وہاں کے آدھے لوگ حضرت سے مرید ہوگئے: سب سنی ہیں، اور دوسرے آدھے نہیں مرید ہوئے: سب بدعتی رہے۔ عجیب بات تھی جتنے مخالف تھے کانگریس کے حضرت کے حق میں سب ٹھیک تھے۔ حضرت میں کیا خوبی تھی؛ کیوں نہیں بولتا تھا کوئی؟ یہ ان کا اخلاص تھا۔ یہ سب باتیں ابا سے میں نے صراحتاً سنی ہیں۔

ہمارے ماموں تو حضرت کے اتنے معتقد تھے کہ جب آپ جیل چلے گئے تو بہت متأثر ہوئے اور کہنے لگے ''انگریز لوگ ڈبہ میں بند کرکے حضرت کو بھیج دیئے'' ایک دن ماموں نے کہا: ''جانت ہے کاہے مولانا مدنی کو مولانا مدنی کہت ہیں، اٹھارہ سال اپنی ڈاڑھی سے حضور کی قبر کا جھاڑو دہن ہیں''۔ پتہ نہیں کہاں سے سنا ہوگا؟ ہم چھوٹے چھوٹے تھے۔ اتنا معتقد حضرت مدنی کے کہ کوئی حد نہیں۔ یہ بھی حضرت کی برکت تھی کہ سب اختلافات حضرت پر آکر اخیر میں ختم ہوگئے تھے۔ نہ وہاں لیگ کا جھگڑا تھا نہ کانگریس کا مولانا مدنی جدھر ہیں وہی ٹھیک ہے۔

فرمایا: تیرے نانا میں وہ خوبی تھی کہ جس کی وجہ سے دنیا اُن کو مانتی تھی، حد سے زیادہ اخلاص ان کے اندر پایا جاتا تھا۔ کسی سکھ کی طرف سے کان پور میں ایک شکایت ہوئی مولانا مدنی کی کہ یہ نماز فجر کی قنوت میں ''والسک والمشرکین'' کہتے ہیں تو کلکٹر نے کہہ دیا وہ فوق القانون ہیں، مطلب یہ کہ سب ڈرتے تھے اُن سے، وہاں کسی کی چلتی ہی نہیں تھی؛ کیوں کہ سب نے دیکھا اور سنا تھا کہ انگریز فوج کے سامنے اسٹیج پر شیروانی کا گریبان کھول کر کون چڑھا تھا؟

ان کی قوتِ باطنیہ بہت زیادہ قوی تھی، کوئی سر نہیں اُٹھاتا تھا۔ انوار کریم کہتے تھے کہ حضرت کی گاڑی میرٹھ میں فسادیوں نے گھیر لی۔ حضرت مراقب تھے، کسی نے کہا حضرت گاڑی گھر گئی ہے۔ فرمایا ''آئیں'' پھر کسی نے کہا: حضرت لوگوں نے گاڑی کا گھیراؤ کرلیا ہے۔ تو انوار کے الفاظ ہیں: حضرت نے دروازہ کھولا اور فرمایا: ''میں ہوں حسین احمد، آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ یہ کہنا تھا کہ سب بھاگ گئے''۔

فرمایا: میں نے ایک مرتبہ حضرت اقدس شیخ سے پوچھا کہ حضرت اقدس تھانویؒ اور حضرت اقدس مدنیؒ میں کیسا اختلاف تھا؟ فرمایا: اُن بزرگوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں تھا، چھٹ بھیوں نے اڑا رکھا تھا۔ حقیقت

یہی تھی۔ کسی نے حضرت اقدس تھانویؒ کے ایک مرید کے بارے میں لکھا کہ ان کی کتاب نہیں چلی۔ حضرت مدنی نے جواباً لکھا: ''انھوں نے اپنے پیر حضرت اقدس تھانویؒ کی بے ادبی کی ہے، یہ اس کا نتیجہ ہے''۔

فرمایا: حضرت بہت محقق آدمی تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت برکت رکھی تھی۔ یہ خاص چیز تھی حضرت اقدس مدنی اور حضرت اقدس رائے پوریؒ میں اس آخری زمانہ میں، بس ان دو بزرگوں پر اختتام ہوجاتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان میں نفس نہیں تھا۔ اس کی پہچان کیا ہے؟ اُن کے یہاں یہ نہیں تھا کہ سلمان آیا تو رعایت کردی، عفان آیا تو رعایت کردی، دوسرا گیا تو نہیں کی، یہ انھیں دو بزرگوں کی خصوصیت تھی۔ خاندان واندان کی رعایت کچھ نہیں جو سچی اور صحیح بات تھی وہ کہہ دی۔

فرمایا: سال کے اخیر تک جب تک حضرت بول سکتے تھے خود ہی عبارت پڑھتے تھے، شیخ فرماتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے کہ قسطلانی سے متن پڑھتے تھے اور مسلسل پڑھتے چلے جاتے تھے۔ قسطلانی کی تخصیص کیوں کی تھی؟ حضرت کی رائے یہ تھی کہ یہ دونوں شرحوں ''عمدۃ القاری'' اور ''فتح الباری'' کے اصل مضمون کا اجتماع ہے۔ یہ کیسے راز معلوم ہوا؟ شیخ نے پوچھا تھا حضرت مدنی سے جب کہ آپ نوعمر تھے اور تدریس بخاری کا آغاز تھا، تو حضرت مدنی نے یہ سبب بتایا تھا، میں نے زبانی یہ لفظ حضرت شیخ سے سنا ہے۔ پھر ہنستے ہوئے فرمایا: ''جانالائق! میں نے یہ راز کھول دیا۔''

بچوں کی تربیت

بھائی صاحب (مفتی محمد سلمان صاحب) نے عرض کیا: ''''حضرت! ان بچوں کے لیے دعا فرمادیجئے (ساتھ میں بھائی صاحب کے دو فرزند حافظ محمد عمر سلمہ، حافظ محمد عدی سلمہ اور فقیر زادہ محمد ہشام سلمہ تھے)

فرمایا: 'سختی، بالکل مت کرنا اور غفلت بھی نہ کرنا۔ تعلیم کے باب میں ہماری نانی صبح جیسے ہی ہمیں دیکھتیں بڑے زور سے کہتیں ''مدرسہ جاؤ''۔ باپ تو کرے نرمی اور ماں کرے سختی یا اس کا الٹا ہو۔ جیسے حافظ عبدالحئی علیہ الرحمہ گھر والے چھوٹا کمپنی کو ڈراتے تب کہتے ''اَبا آوت ہیں'' یہ لفظ سنتے ہی پورا گھرانا ٹوٹ پڑتا تھا اُن پر، اُن کا رعب بے انتہاء تھا، اُن کا ہر نواسہ نواسی، پوتا، پوتی، نیز بیٹا، بیٹی سب سات سال میں حافظ ہوگئے، صرف دو بچے تھے جو گیارہ سال میں ہوئے۔ یہ کمال ہی تھا معلوم نہیں کہاں سے وہ درک فرمالیتے تھے کہ اس کے لیے تسہیل کا کیا طریقہ ہے۔ دیگر حافظ جی صاحبان کی طرح زیادہ نہیں مارتے تھے۔ میں نے اُن سے قاعدہ بغدادی پڑھا تھا، دو دن سبق نہیں سنایا جو سبق نہیں سناتا تھا پیٹا جاتا تھا۔ میں چھ سال کا تھا، فرمایا: ہاتھ پھیلاؤ، دوسرا پھیلاؤ بس ایسے مارا کہ ہاتھ گرم ہوگیا۔ اور گرم ہو کے ٹھنڈا ہوگیا۔ یعنی بچہ کو احساس تو ہوجاتا تھا مار کا؛ لیکن وہ احساس باقی نہیں رہتا تھا، نشان وغیرہ تو پڑتا ہی نہیں تھا۔

یہ تمہارے نانا جان سے بیعت تھے، اور بہت آگے نکل گئے تھے۔ جب جنازہ اُٹھا تو لوگوں کا ہجوم بے حساب تھا، بانس پہ بانس باندھے جارہے تھے اور لوگوں کو کاندھا نہیں مل پا رہا تھا۔

حضرت کا یہ جملہ تھا کہ ’’میں پتھر کو بھی پڑھا دوں‘‘ پورا علاقہ حافظ ہو گیا تھا اور پورا علاقہ اُمڈ پڑا تھا۔ ہم لوگ نہیں گئے، اگر جاتے تو کچل جاتے، ایسی زبردست برکت دی تھی۔ لیکن تمہارے نانا کی برکت کیا تھی؟ یہ بہت بڑے عامل بھی تھے حافظ عبدالحیٔ، کوئی کیس بھی ناکام نہیں ہوا سحر کا ہو یا جن کا؛ لیکن مولانا حسین احمد مدنی کے دست مبارک میں ہاتھ دیا اور فوراً سب چھوڑ دیا۔ جنوں کی جماعت سے عہد لیا جو اُن کے قبضے میں تھے، نیک بچوں کو نہ ستانا قسم لی اور انھیں چھوڑ دیا۔

بصیرتِ علمی

حضرت شیخ کے ناصحانہ جملے بڑے نپے تلے اور جامع ہوا کرتے تھے، زبان بڑی شستہ وشائستہ اور انداز بڑا دل پذیر تھا، حافظہ تو غضب کا تھا، مختلف کتابوں کی عربی عبارات ازبر تھیں، استشہاد کے طور پر کوئی عبارت پیش کرتے، تو ایسا محسوس ہوتا جیسے کتاب سامنے ہو یا ابھی دیکھ کر آئے ہوں، عربی زبان کا بھی بآسانی تکلم فرماتے اور اپنے عرب شاگردوں اور استفادہ کرنے والے علماء کو دیر تک عربی زبان میں سمجھاتے رہتے۔

فن حدیث تو آپ کا میدان تھا ہی؛ لیکن فقہ وفتاویٰ تفسیر واُصول تفسیر اور دیگر علوم شرعیہ میں بھی آپ کو رسوخ وکمال حاصل تھا۔ حدیث وفقہ، تفسیر وسیرت کے سلسلہ میں مختلف علمی سوالات کے جو بصیرت افروز تحقیقی جوابات آپ نے قلمبند فرمائے ہیں، اس سے آپ کے وسعت علمی، تبحر اور عمق کا اندازہ ہوتا ہے۔ خود فرماتے تھے کہ جب میں شرح وقایہ پڑھاتا تھا جو تدریس کا دوسرا سال تھا، جب سے میں نے جوابات لکھنے شروع کیے ہیں۔ علمی جوابات کا یہ ذخیرہ ’’نوادر الحدیث‘‘ اور ’’نوادر فقہ‘‘ اور ’’الیواقیت الغالیہ‘‘ کی شکل میں مرتب ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے، جسے مولانا محمد ایوب سورتی اور مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی نے حضرت ہی کی ایماء پر مرتب فرمایا ہے۔

آخری ملاقات میں حضرت شیخ نے برادر محترم مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری سے غالباً اسی مجموعہ کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ’’میرے فتاویٰ ایک بار دیکھ ڈالنا اگر زندگی میں کوئی کمی سامنے آجائے گی تو اُس کو ممکن حد تک صحیح کیا جاسکتا ہے۔‘‘ یہ آپ کی تواضع اور کسر شان نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی ضمن میں دوسری تحریرات کے سلسلہ میں فرمایا: ’’تراجم پر جو لکھا گیا وہ مذہب نہیں ہے یعنی ہم نے کسی مذہب کی اس میں رعایت نہیں کی، کتاب کے اندر جو کچھ ہے بس اس کی ایضاح وتفصیل ہے؛ تاکہ پڑھتے وقت الجھن طاری نہ ہو۔ اس بات کو سامنے رکھنا کہ حنفیت کی رعایت نہیں کی فلاں کی نہیں کی،

درست نہیں، کسی کی بھی نہیں کی، ہم نے صرف مؤلف کی رعایت کی ہے۔

پھر فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کے بارے میں جو تفصیل لانی چاہئے تھی باقاعدہ طریقہ پر لائی گئی ہے؛ تاکہ تم جیسے بدعتی صوفیوں اور نالائقوں کی تردید ہوجائے''۔

یہ کہہ کر مسکرائے اور فرمایا: ''تم لوگ تو بدعتی نہیں ہو، یہ تو مزہ لینے کے لیے خواہ مخواہ کی چٹنی لگادی''

پھر بڑے درد کے ساتھ فرمایا: ''تمہارے نانا جان کی کوئی اولاد بدعتی نہیں ہے، وہ تو جہاں سے گزر جاتے تھے بدعت کا خاتمہ ہوجاتا تھا''۔

تواضعانہ شان

ہم تو یہ سوچ کر گئے تھے کہ اگر حضرت شیخ سے فقط زیارت وملاقات اور مصافحہ ہوجائے گا تو بھی کافی ہوگا اور جانے کے بعد شروع میں لگ بھی ایسا ہی رہا تھا، ہم جب حجرے میں داخل ہوئے، تو آپ مصلیٰ پر تشریف فرما تھے، اور نوافل میں مشغول تھے، اور قریب میں بیٹھے ہوئے خادم پنکھا جھل رہے تھے۔ تقریباً دس منٹ تک ہم خاموش بیٹھے دیکھتے رہے، اس کے بعد آپ نے پوچھا کون ہے؟ تب تعارف ہوا۔ رفتہ رفتہ بشاشت آئی اور پھر سلسلہ کلام کافی دراز ہوگیا۔

اخیر میں رخصت کرتے وقت خلافِ معمول فرمایا: ''کبھی ڈانٹا کہا سنا ہو معاف کرنا، معاملہ صاف ہونا چاہئے، میں چاہتا ہوں ایسے جاؤں کہ کسی کا مطالبہ میرے سر نہ رہے''۔

کیا معلوم تھا کہ حضرت اب محض ایک ہفتہ کے مہمان ہیں، اور یہ وہ آخری جملے ہیں جو آپ کی مبارک زبان سے سنے جارہے ہیں۔

اللہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی قبر کو بقعۂ نور بنائے اور اُمتِ مسلمہ خاص طور پر مظاہر علوم کو آپ کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، جو دنیا کے لیے نہیں جیتے؛ بل کہ آخرت کے لیے جینے کا ہنر جانتے ہیں، دنیا کی ساری دولتیں آپ کے قدموں میں تھیں؛ لیکن اس کی طرف التفات ذرہ برابر بھی محسوس نہیں ہوتا تھا، سہارن پور میں جو ذاتی مکان تھا اُس میں رہنے کی نوبت بھی نہ آئی اور اُسے مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے نام وقف کردیا، اور ذمہ دارانِ مدرسہ نے بھی اس کی ایسی قدردانی کی کہ اس میں ''مدرسۃ الشیخ یونس لتحفیظ القرآن الکریم'' کے نام سے حفظ قرآن کا ایک شعبہ قائم فرمادیا، جس نے شیخ مرحوم کے لیے صدقات جاریہ میں ایک عظیم نام کا اضافہ کردیا۔

رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمةً واسعةً. وأسکنہ فسیح جنانہ مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین، وحسن أولٰئک رفیقًا.

❍❖❍

ذکرِ رفتگاں: **شیخ الحدیث، عالم ربانی** محمد سلمان منصور پوری

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہریؒ جوارِ رحمت میں

دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد کے شیخ الحدیث، مسجد تبلیغی مرکز پختہ سرائے کے اِمام وخطیب، جلیل القدر عالم دین، داعی الی اللہ، حامی سنت، ماحی بدعت حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری نور اللہ مرقدہٗ گذشتہ ۱۳؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق ۸؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء معمولی علالت کے بعد انتقال فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت موصوف ایک جید عالم دین، کامیاب مدرس، مقبول واعظ وخطیب، قادر الکلام شاعر اور بہترین مصنف تھے۔ تقریباً نصف صدی تک آپ نے بالخصوص مرادآباد واطراف میں علم دین کی اِشاعت اور مسلک حق کی ترجمانی کا فریضہ پوری قوت سے انجام دیا۔

آپ کی صاف گوئی اور حق نوازی مشہور ومعروف تھی، اپنے بیانات میں آپ شرک وبدعات، فضول رسومات اور افکارِ باطلہ پر کھل کر نکیر فرماتے تھے، اور اِس بارے میں کسی لومۃ لائم کی پروانہ فرماتے تھے۔ تکلف وتصنع اور مداہنت کا گذر آپ کی زندگی میں نہ تھا، یہی رنگ آپ کی تالیفات اور اصلاحی اَشعار میں بھی نظر آتا تھا۔ حاضر جوابی ایسی تھی کہ کوئی چرب زبان آپ کے سامنے چل نہ پاتا تھا۔ وفات سے صرف دو روز قبل مرکز کی مسجد میں جمعہ سے قبل حسب معمول آدھا گھنٹہ بیان فرمایا، جس میں محبت رسول اور اُس کے تقاضوں پر بھرپور روشنی ڈالی، اور حسبِ عادت باطل نظریات کی مؤثر انداز میں تردید فرمائی۔

رسالہ ندائے شاہی سے آپ کو قلبی لگاؤ تھا، اکثر اس کا مطالعہ فرماتے، کبھی کبھی اپنی نعت یا نظم اِشاعت کے لئے اِرسال فرماتے تھے۔ جب ''نعت النبی نمبر'' کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا، تو ایک ایک شعر پر نظر ڈالی اور بہت سی جگہ تصحیحات فرمائیں، اور بعض مفید مشورے دئے، جن کا اگلی اشاعت میں لحاظ رکھا گیا، **فجزاهم الله تعالىٰ أحسن الجزاء**۔

آپ کی پیدائش شعبان ۱۳۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۸ء میں وطن مالوف تھے پور ضلع بجنور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآنِ کریم اور دینیات وغیرہ اپنے وطن میں حاصل کر کے مدرسہ حسینیہ قاسم العلوم پہاڑی دروازہ دھامپور تشریف لے گئے، اور فارسی سے کافیہ تک تعلیم حاصل کی، جہاں آپ کے خاص اُستاذ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب تھے پوریؒ خلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ مقیم تھے۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۷۲ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، اور ۱۳۷۷ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، خاص طور پر قطب العالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سے استفادہ کیا۔

بعد اَزاں مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور میں ۶؍ماہ قیام رہا، پھر ۶؍سال مدرسہ رشیدیہ اشرف العلوم گنگوہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا، بعد اَزاں مدرسہ حیات العلوم میں ۶؍سال، اس کے بعد ۳؍سال تک

مدرسہ امدادیہ مرادآباد سے وابستہ رہے، بعد اَزاں مدرسہ شاہی میں ۳۰ر سال مدرس رہے؛ اس کے بعد دارالعلوم جامع الہدیٰ میں تشریف لائے،اور تادمِ آخر تقریباً ۴۲ر سال اس اِدارہ میں رہ کر دینی وعلمی خدمات انجام دیں۔

اِسی دوران مرکز والی مسجد پختہ سرائے میں اِمام وخطیب بنائے گئے، اور مسلسل ۴۶ر سال اِس منصب پر فائز رہ کر وعظ واِصلاح کا فرض ادا کرتے رہے، بڑی تعداد میں عوام وخواص آپ سے مانوس تھے، جمعہ کے بیان کو سننے کے لئے دیگر محلوں سے بھی لوگ مرکز میں حاضر ہوتے تھے۔ نیز عشاء کے بعد آپ نے اسی مسجد میں درسِ قرآنِ کریم کا مفید سلسلہ بھی جاری رکھا۔

آپ کو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفرحسین صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی اور نمونۂ سلف حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب تھے پوری رحمہم اللہ سے خلافت واجازت بیعت بھی حاصل تھی،اور آپ کا حلقہ متوسلین دور تک پھیلا ہوا تھا۔

آپ نے کئی درجن چھوٹی بڑی کتابیں بھی تحریر فرمائیں، جن میں خاص طور پر ''درسی تفسیر'' (پارہ ۲۹-۳۰) اور ''مرآۃ الانوار شرح مشکوٰۃ الآثار'' بہت مقبول ہوئیں۔ علاوہ اَزیں ''تحفۃ النساء'' اور ''دلچسپ مکالمات'' (۲ر جلدیں) اور بخاری شریف کی اول وآخری حدیث کی تشریح وغیرہ کتابیں بھی آپ کی یادگار ہیں، جن سے آپ کی علمی گیرائی کا پتہ چلتا ہے۔ نیز آپ کا شعری مجموعہ بھی مطبوعہ ہے۔

آپ نے دو نکاح فرمائے، جن سے کل ۱۵ر اولادیں ہوئیں، ۶ر صاحبزادے اور ۹ر صاحبزادیاں، صاحبزادوں کے اسماء درج ذیل ہیں: مولانا نعیم احمد مظاہری امام وخطیب جامع مسجد یمنا وہار دہلی، مولانا فہیم احمد مظاہری امام وخطیب مدینہ مسجد مبارک پور دہلی، مفتی زعیم احمد قاسمی شیخ الحدیث جامعہ احسن البنات مرادآباد، مولانا قاری جسیم احمد نسیمی اِمام وخطیب مرکز والی مسجد پختہ سرائے مرادآباد، حافظ تمیم احمد نسیمی نامہ نگار روزنامہ ''انقلاب'' مرادآباد، مولوی نجیم احمد نسیمی متعلم دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد۔

عام طور پر آپ کی صحت بہتر رہی؛ تاہم اخیر میں گھٹنے بہت زیادہ متأثر ہوگئے تھے،از خود چلنا پھرنا اور اُٹھنا بیٹھنا دشوار تھا، بقیہ اعضاء سب درست تھے۔ اِس رمضان میں تمام روزے اور تراویح وغیرہ سب عبادات بحسن وخوبی ادا فرمائیں، وفات کے دن بھی طبیعت بظاہر ٹھیک تھی،عشاء کے قریب عارضۂ قلب لاحق ہوا،اور تھوڑی دیر میں روح پرواز کرگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جس نے یہ خبر سنی وہ مرکز کی طرف چل پڑا، ابھی آپ کا جنازہ اسپتال سے واپس نہ آیا تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرکز پر جمع ہو چکے تھے، ہر شخص کو غم تھا اور آنکھیں نم تھیں۔

اگلے روز صبح دس بجے عیدگاہ کے وسیع میدان میں آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے جناب قاری جسیم احمد صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئی، پورا میدان حاضرین سے بھرا ہوا تھا، اور کرولہ اسلام نگر کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، ہزاروں علماء وعوام اور خواص جنازہ میں شریک رہے، جو آپ کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت کے فیصلے فرمائیں، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں، آمین۔ ☐☐☐

مرثیہ وقطعۂ تاریخ:

’’کامل بامراد اِمامِ اَدب مولانا ریاست علی صاحبؒ‘‘

۱۴۳۸ھ

نتیجۂ فکر:- مولانا مفتی اسرار احمد صاحب دانش اِمام وخطیب اسٹیشن والی مسجد نجیب آباد

رخصت ہوئے جہاں سے ہیں ایک صاحبِ نظر ❖ فرقت میں اُن کی آج ہے ہر ایک چشم تر
لیں اگر اَدب سے نام، تو نکلے سنِ وفات ❖ کیا نام ہے ’’جنابِ ریاست علی ظفر‘‘

۲۰۱۷ء

اپنی بےنوری پہ نرگس دُھن کے سر روتی ہے کیوں؟ ❖ ہر کسی کی آنکھ، غم میں تر بتر ہوتی ہے کیوں؟
آنسوؤں سے اپنا منہ روحِ بشر دھوتی ہے کیوں؟ ❖ چشم طوفاں خیز تھی جو پُر اثر ہوتی ہے کیوں؟
گلستاں سے کیا کوئی گلفام رخصت ہوگیا
کیا وہ جس کا تھا ’’ریاست‘‘ نام رخصت ہوگیا

کیا وہی جو دیوبند میں تھا اَدب کا تاجدار ❖ علم و فن شعر و سخن کا ایک گویا شاہکار
مادرِ علمی کا جس نے یوں چکایا کچھ اُدھار ❖ لَے سے اپنی خوب کردی اُس کی دوبالا پھوار
ہند میں ’’بجنور‘‘ کا جس سے ہے سر اعلیٰ ہوا
اور ’’حبیب والا‘‘ کا رتبہ بھی دوبالا ہوا

گلستانِ قاسمی میں تھا جو فخرِ گلستاں ❖ علمی دنیا میں تھا فخرالدین احمد کا نشاں
ایک اُبلتا گویا شیریں آبشار اُس کی زباں ❖ نام تھا جس کا ریاست اُس کے جیسا اَب کہاں؟
اُن کے جیسا ہے اگر کوئی تو پھر دکھلایئے؟
اُولٰئِکَ آبَائِي دعویٰ ہے مرا جھٹلایئے؟

سادگی اور عجز ہو جس کی طبیعت، ہے کہیں؟ ❖ جس میں پاکیزہ سیاست ہو ودیعت، ہے کہیں؟
رند ہو اور ہو مثالی پاک طینت، ہے کہیں؟ ❖ ایسا کوئی ساقی جام شریعت، ہے کہیں؟
خوش اَدا بےمثل تھا وہ ساقی دارالعلوم
اُس کے طرزِ خوش اَدا کی ہے مچی ہر سمت دھوم

اَے شہِ علم و اَدب، یادِ سلف، عالی مقام ❖ فخرِ قوم و ملک و ملت، خوش بقاء اے خوش کلام
یاد رکھیں گے زمین و آسماں تجھ کو مدام ❖ روح کو پہنچے تری اے کاش دانش کا سلام
ہے دعا مرقد ترا جنت کا ایک گلزار ہو
حشر تک ہوں رحمتیں تجھ پر خدا کا پیار ہو

جامعہ کے شب وروز

نئے تعلیمی سال کا آغاز: ۱۱؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ سے جامعہ میں داخلہ کی کارروائی کا آغاز ہوگیا تھا، حسب ضابطہ تمام درجات میں امتحانات ہوئے اور اُمیدواروں کی کثرت کی وجہ سے تقابل کے بعد حسبِ گنجائش داخلوں کی منظوری ہوئی، اور اواخر شوال سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے، فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

واردین وصادرین: حضرت مولانا محمود الحسن صاحب جامعہ اسلامیہ جاتر اباڑی ڈھاکہ امیر مجلس دعوۃ الحق بنگلہ دیش وخلیفہ حضرت والا ہردوئیؒ، جناب پروفیسر میزان الرحمٰن صاحب بنگلہ دیش مع رفقاء، مفتی رشید احمد مقبول صاحب سلہٹ، انجینئر عبدالخالق صاحب ومحمد فاروق صاحب، جناب شہر یار محمود صاحب ڈھاکہ بنگلہ دیش۔

اہم وفیات: مولانا حکیم سید محمد الیاس صاحب مظاہری (سہارنپور):- کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور کے بانی ومالک، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے داماد حضرت مولانا سید محمد الیاس صاحبؒ گذشتہ ۱۸؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۳؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز جمعرات کو تقریباً ۸۸؍سال کی عمر میں وفات پاگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف بڑے وضع دار، باوقار اور اُصول پسند شخص تھے، پوری زندگی علمی دینی کتابوں کی اشاعت میں گذاری۔ ۱۹۲۹ء میں پیدائش ہوئی، ۱۳۷۱ھ میں مظاہر علوم سے فارغ ہوئے، ابتداء حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ سے بیعت ہوئے، ۱۹۵۰ء میں حضرت شیخ کی صاحبزادی سے عقد ہوا۔ پسماندگان میں حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب امین عام جامعہ مظاہر علوم، مولانا محمد راشد صاحب مالک کتب خانہ امدادیہ، مولوی حافظ محمد سہیل صاحب، مولوی محمد ساجد اور تین صاحبزادیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات (مدینہ منورہ):- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مہاجر مدنیؒ گذشتہ ۱۰؍جولائی کو مدینہ منورہ میں رحلت فرماگئے، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف عرصۂ دراز سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے، اور مسجد نبوی کے حاضر باشوں میں تھے۔ آپ کا زیادہ وقت تلاوتِ قرآن کریم میں گذرتا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

اہلیہ حافظ محمد سلیمان صاحب (اوجھاری):- جامعہ معارف القرآن اوجھاری کی اہلیہ محترمہ گذشتہ ۱۳؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق ۸؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ کو رحلت فرماگئیں، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ موصوفہ مشہور بزرگ حضرت مولانا فراست حسین عرف میاں جی فیروز آبادیؒ کی صاحبزادی تھیں، دین داری اور وضع داری میں ممتاز تھیں۔ اگلے روز صبح ۹؍بجے مہتمم جامعہ حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، علاقہ کے علماء اور عوام بڑی تعداد میں شریک تھے، اور قریبی آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی، اللہ تعالیٰ موصوفہ کی مغفرت فرمائیں، آمین۔

نیز درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں بھی موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے بھی ایصال ثواب کی اپیل ہے: جناب قاری محمد الیاس صاحب اُستاذ مدرسہ حیات العلوم پیرزادہ، محمد شان عظیم شمسی تمباکو والان، والد محترم محمد رضوان لال باغ کھلو مراد آباد، الحاج چاند محمد صاحب ٹمبر باندرہ ممبئی، سید وقار انور خان پور ضلع اوریا، والدہ احمد اللہ گورکھپور، الحاج تنزیل الرحمٰن صاحب حیدرآباد خسر جناب حاجی انیق الرحمٰن شمسی۔ □□□

Postal -Regd. No. U.P./MRD. DN37/ 2015 /17 R.N.I. -News Paper Regd. No. 479 41/88

Monthly Date of Issue: 02/03/08/2017

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. RS/=30

دارالطلبه جامعه قاسمیه مدرسه شاهی لالباغ مراد آباد کا

خوش نما صدر دروازہ

طابع وناشر عبدالناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مراد آباد (یوپی) سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''ندائے شاہی'' جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد سے شائع کیا

Usama Sajid Mob:. 8126462740